منازعة الھویٰ

(خواہشات نفس کی کشاکشی)

اپریل 2013ء

(منازعة الهوىٰ)

(خواہشات نفس کی کشاکشی)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	وجہ انتخاب مضمون	۷
۲	عورتوں کی ذہنیت	۸
۳	مردوں کا حال	۸
۴	بعض گناہوں کا ارتکاب نہ کرنے کی وجہ	۹
۵	گناہوں سے بچنا ہر حال میں قابل شکر ہے	۱۰
۶	گناہوں سے بچنے کا کامل درجہ	۱۱
۷	گناہوں کے بارے میں ہمارا طرز عمل	۱۲
۸	گناہ کی حقیقت	۱۳
۹	آخرت سے بےفکری	۱۳
۱۰	علم دین کی ضرورت اور حصول کا طریقہ	۱۴
۱۱	عورتوں کی دینی تعلیم کا طریقہ	۱۵
۱۲	مردوں کی ذمہ داری	۱۶
۱۳	عورتوں کی اصلاح میں مردوں کی کوتاہی	۱۶
۱۴	سائلین کی چالاکی	۱۸

۱۵	رسموں میں کیئے جانے والے گناہ	۱۸
۱۶	مسائل پوچھنے میں احتیاط	۲۰
۱۷	عمدہ لباس پہننے کا معیار	۲۰
۱۸	اصلاح ظاہر و باطن کی ضرورت	۲۱
۱۹	نفس کی چالاکیاں	۲۲
۲۰	مضبوط دل والے	۲۲
۲۱	عمدہ لباس پہننے میں جواز اور عدم جواز کا معیار	۲۳
۲۲	رسموں کے جواب میں پیش کردہ دلیل کا جواب	۲۴
۲۳	رسوم کی اقسام	۲۵
۲۴	آج کل کی رسوم	۲۵
۲۵	تفاخر کی رسم	۲۶
۲۶	جہیز کے بارے میں لوگوں کا طرز عمل	۲۷
۲۷	اسراف کی برائی	۲۸
۲۸	منگنی کی حقیقت	۲۹
۲۹	حضرت فاطمہ کا نکاح ورخصتی	۳۰
۳۰	شادی کی بے ہودہ رسم ''مائیوں بٹھانا''	۳۱
۳۱	حضورﷺ ہمارے لئے نمونہ ہیں اس کی تمثیل	۳۲
۳۲	اعمال کی پسندیدہ صورت	۳۳
۳۳	انسان کو نبی اور رسول بنانے میں حکمت	۳۴

۳۴	ہمارے اعمال کا حال	۳۵
۳۵	نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ایمان شرط ہے	۳۶
۳۶	کفریہ کلمہ کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے	۳۷
۳۷	نمونے کی ناقدری	۳۸
۳۸	شبہ	۳۸
۳۹	جواب شبہ	۳۹
۴۰	رسوم کی پابندی کا نقصان	۳۹
۴۱	ترک نماز کے بے جا عذر	۴۰
۴۲	سفر میں ترک نماز کا بے جا عذر	۴۱
۴۳	تیمّم کے شرائط	۴۱
۴۴	سمت قبلہ کی تحقیق	۴۲
۴۵	منحوس گھڑی	۴۲
۴۶	رسموں میں مشغولی کا حکم	۴۳
۴۷	رسوم سے محبت و تعلق	۴۴
۴۸	اہتمام رسوم	۴۴
۴۹	موتِ قلب	۴۵
۵۰	نیوتے کا حکم	۴۵
۵۱	نیوتے پر قرض کے احکام جاری ہوتے ہیں	۴۶
۵۲	نیوتے کا عظیم نقصان	۴۷

۵۳	تیجہ اور چالیسویں کا حکم	۴۹
۵۴	دسویں اور چالیسویں کی عقلی برائی	۵۱
۵۵	دکھاوے کے لئے عمدہ لباس پہننا	۵۲
۵٦	خواہشات نفس کا اتباع	۵۲
۵۷	تاویلات علماء اور عوام میں فرق	۵۳
۵۸	ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بن جاتا ہے	۵۴
۵۹	کمال ایمان کے حصول کی ضرورت	۵۵
٦۰	ایک لغو عذر	۵۵
٦۱	کمال ایمان کی حقیقت	۵٦

وعظ

(منازعۃ الھویٰ)

(خواہشات نفس کی کشاکشی)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے وعظ ''منازعۃ الھویٰ'' ۲۳/ رجب ۱۳۲۵ھ کو میرٹھ صدر میں جناب عبدالحفیظ صاحب سوداگر بمبئ والے کے گھر پر بیٹھ کر تقریباً ایک گھنٹہ تک ارشادفرمایا سامعین میں پچاس کے قریب مرد، اور عورتیں پردے میں اس کے علاوہ تھیں۔

خواہشات نفس کے اتباع کی ممانعت کے موضوع پر وعظ بیان فرمایا اور مروجہ رسموں کی برائی کو تفصیل سے بیان کیا خاص طور پر نیوتہ اور تیجے چالیسویں کی رسموں کی عقلی اور شرعی ممانعت پر کلام کیا گیا۔ آج کل بھی چونکہ یہ رسوم عام ہیں اس لئے یہ وعظ سب لوگوں کے لئے انتہائی مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۲۱/۳/۱۴۳۴ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارک وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم :(لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ)(۱)

وجہ انتخاب مضمون

یہ ایک حدیث ہے ترجمہ یہ ہے کہ کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں حق تعالیٰ کے پاس سے لایا ہوں یعنی شریعت۔ یہ چھوٹی سی حدیث ہے لیکن جامع ہے تمام باتوں کو۔ اس مضمون کی عورتوں کو زیادہ ضرورت ہے اسی واسطے اس کو اختیار کیا گیا، یوں تو مسلمانوں کی حالت عموماً جیسی کچھ بگڑی ہوئی ہے معلوم ہے، مگر عورتوں کی حالت بہت زیادہ خراب ہے۔

(۱) الابانۃ الکبریٰ: رقم الحدیث ۲۹۱۔

عورتوں کی ذہنیت

یہ اپنی ذہن کی ایسی پکی ہوتی ہیں کہ دین تو کیا دنیا کی بھی بربادی کا ان کو خیال نہیں رہتا۔ رسموں کے سامنے اور اپنی ہٹ(۱) کے سامنے چاہے کچھ بھی نقصان ہوجائے کچھ پروانہیں کرتیں۔ بعضی عورتوں ایسی دیکھی جاتی ہیں کہ ان کے پاس مال تھا کسی شادی یا کسی تقریب میں لگا کر کوڑی کوڑی کو محتاج ہوگئیں(۲) اور ہر وقت مصیبت اٹھاتی ہیں مگر لطف یہ ہے کہ اب تک بھی ان رسموں کی برائی ان کو محسوس نہیں ہوئی۔ یوں کہتی ہیں کہ ہم نے فلانے کے ساتھ بھلائی کی اُس کی شادی ایسی دھوم دھام سے کردی یہ سب رقم ہماری خدا کے یہاں جمع ہے۔ جیسی جمع ہے آنکھ میچتے ہی(۳) معلوم ہوجاوے گا۔ جب دنیا تک کی تکلیفیں جو کہ ان کے سامنے ہیں ان پر فکر نہیں کرتیں جو حالانکہ بالکل محسوس ہیں تو آخرت کی تکلیفوں کو وہ کب خیال میں لاتی ہیں جو ابھی مخفی ہیں(۴)۔

مردوں کا حال

خیر عورتوں کی کیا شکایت، میں مردوں کو بھی کہتا ہوں کہ کہیں شاذ ونادر ایسا ہوتا ہو کہ ایک بات کو کسی کا جی چاہے پھر وہ اتنا سوچ لے کہ یہ کام اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق ہے یا نہیں بس جو جس کے جی میں آتا ہے وہ کر گذرتا ہے۔

اور جو اس کام میں کوئی دنیا کی بھی مصلحت ہو تو اس صورت میں یہ خیال آنا تو درکنار کہ یہ کام اللہ ورسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہے یا نہیں۔ اگر کوئی یاد بھی دلائے کہ یہ کام جائز نہیں تو کبھی نہ سنے اور جو سنے بھی تو کھینچ تان کر اس کو جائز ہی کر کے چھوڑے ویسے کرنا تو ایک ہی گناہ تھا اب یہ جہل مرکب(۵) ہوگیا اور

(۱) اپنی ضد کے سامنے (۲) پیسے پیسے کو محتاج ہوگئیں (۳) مرتے ہی پتہ لگ جائے (۴) پوشیدہ (۵) دوہری جہالت۔

اصرار علی المعصیت (۱) کا مرتبہ ہو گیا۔

بعض گناہوں کا ارتکاب نہ کرنے کی وجہ

اور ہم لوگ جن گناہوں سے بچے ہوئے بھی ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کو گناہ سمجھ کر چھوڑا ہے بلکہ اکثر یا تو وجہ یہ ہے کہ ہم کو اس پر قدرت نہیں جیسے کسی کی نوکری ایسی ہے کہ اس میں رشوت کا سلسلہ (۲) ہی نہیں وہ رشوت سے بچا ہوا ہے لیکن نہ اس وجہ سے کہ گناہ سے ڈرتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ رشوت ملتی ہی نہیں۔ عصمت بی بی است از بے چادری (۳) اور بعضے گناہوں سے اس وجہ سے بچے ہوئے ہیں کہ ان کی ہم کو ضرورت نہیں پڑتی مثلاً الحمدللہ زیادہ تر مسلمان شراب خوار نہیں ہیں (۴) نہ اس وجہ سے کہ شراب کو گناہ سمجھ کر چھوڑا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی کوئی ضرورت ذہن میں نہیں آئی تو بچنا کوئی کمال نہ ہوا۔ کمال تو یہ ہوتا کہ قدرت اور رغبت ہوتی پھر اس سے خدا سے ڈر کر بچتے غرض جن گناہوں سے ہم بچے ہوئے ہیں وہ علاوہ خوف حق کے کسی اور وجہ سے چھوڑ رکھے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ بہت سے وہ آدمی جو شراب نہیں پیتے تارک الصلوٰۃ ہیں (۵) یہ شراب چھوڑنا ان کا اگر معصیت (۶) کے خوف سے ہوتا تو نماز بھی نہ چھوڑتے کیونکہ یہ بھی معصیت ہے (۷) اور جب نماز چھوڑتے ہیں اور شراب نہیں پیتے تو معلوم ہوا کہ شراب سے کوئی ایسا مانع موجود ہے (۸) جو ترک صلوٰۃ سے نہیں ہے (۹) اور وہ خوف معصیت (۱۰) کے علاوہ ہے کیونکہ معصیت تو دونوں میں مشترک ہے (۱۱) اور وہ مانع (۱۲) چاہے یہ

---

(۱) اور گناہ پر اصرار کا مرتبہ ہو جاتا ہے (۲) رشوت دیتا ہی نہیں (۳) مجبوری کی نیکی (۴) شراب نہیں پیتے (۵) نماز نہیں پڑھتے (۶) گناہ ہونے کے خوف سے ہوتا (۷) گناہ ہے (۸) رکاوٹ (۹) نماز چھوڑنے میں نہیں (۱۰) وہ خوف گناہ کے علاوہ ہے (۱۱) گناہ ہونے میں دنوں شریک ہیں (۱۲) رکاوٹ۔

ہو کہ شراب سے نقصان ہوتا ہے یا یہ ہو کہ دام خرچ ہوتے ہیں یا یہ ہو کہ اس کا کبھی ارادہ نہیں ہوا یا یہ کہ اس میں بدنامی ہے اور یہ مرض کچھ عام ہی لوگوں میں نہیں خواص بھی علی العموم اس میں مبتلا ہیں الا ماشاء اللہ(۱) جو لوگ بحمد للہ نماز کے پابند ہیں یہ سن کر تو وہ خوش ہوئے ہوں گے کہ ہم شراب نہیں پیتے اور تارک الصلوٰۃ بھی نہیں ہیں لیکن وہ اتنا اور سمجھیں کہ معصیت صرف ترک صلوٰۃ ہی نہیں ہے بہت سے معاصی ایسے ہیں کہ جن میں یہ لوگ بھی پڑے ہوئے ہیں تو پھر وہی الزام عائد ہو گیا کہ مناہی سے اجتناب اور اوامر کی بجا آوری(۲) حق تعالیٰ کے خوف سے نہیں کیونکہ اگر خوف سے ہوتی تو ان مناہی میں کیوں پڑتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے اعمال یعنی شراب سے بچنا اور نماز کا پابند ہونا بھی صرف ایک رسم اور عادت ہے خوف کی وجہ سے نہیں۔

گناہوں سے بچنا ہر حال میں قابل شکر ہے

وہ مناہی سنئے جن میں نمازی بھی مبتلا ہیں، وہ غیبت اور تفاخر اور تکبر ہے ان سے بچنے والے بہت کم ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی چور باقی ہے شراب نہ پینا اور نماز کا پابند ہونا ابھی کمال کے مرتبہ میں نہیں آیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو شخص غیبت یا تفاخر وغیرہ(۳) میں مبتلا ہو وہ نماز کو بھی چھوڑ دے اور شراب بھی پینے لگے کیونکہ برائی سے نجات جس طرح بھی ہو عادۃً یا عجزاً یا کرہاً(۴) بہر حال قابلِ شکر ہے کیونکہ اس سے براءت تو رہی(۵) اور اس عذاب کا تو خوف نہ رہا جو اس پر موعود ہے(۶)۔ جو چاہے کچھ بھی ہو جیسا کہ ایک شخص کو سانپ کاٹنے والا ہو اور وہ شخص

(۱) عام طور پر اس میں مبتلا ہیں سوائے چند کے (۲) ممنوعات سے بچنا اور احکام بجالانا اللہ کے خوف سے نہیں (۳) فخر و بڑائی کرنے کی عادت (۴) عادۃ یا مجبوراً یا نا چاہتے ہوئے (۵) اس سے بچا تو رہا (۶) جو عذاب اس گناہ کے ارتکاب پر ہونا تھا اس سے تو بچا۔

اپنی ناواقفیت سے اس سے نہ بچ سکے۔ لیکن کوئی واقف آدمی سانپ کو مار کر اس کو بچادے تو بہر حال یہ شخص موت کے منہ سے تو بچ گیا اگر اپنے ارادہ سے بچتا تب بچتا اور اگر دوسرے کے ارادہ سے بچ گیا تب بھی بچ گیا۔ بہر حال گناہ سے بچنا ہر حال میں بہتر ہی ہے۔

گناہوں سے بچنے کا کامل درجہ

ہاں اکمل درجہ اس کا وہ ہے کہ معصیت کے خوف سے بچے اور اس درجہ کی شناخت یہ ہے کہ سب گناہوں سے بچے۔ جس کو خدا تعالیٰ یہ درجہ نصیب کرے سبحان اللہ اسی پر موعود ہے۔

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى○ ....وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ○فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ○ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ○ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ○

''جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں۔ سوا ے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سے نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہوں گے سوا ے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں سے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دو باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ بہتے ہوئے چلے جائیں گے۔ سوا ے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سے نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں گی''۔

یعنی جو شخص حق تعالیٰ کے خوف سے گناہ سے بچے اس کی جگہ جنت ہی

ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ اس کے لئے دو جنتیں ہیں کہ ان میں نہریں ہیں اور طرح طرح کے نعیم ہیں۔

گناہوں کے بارے میں ہمارا طرز عمل

لیکن اس درجہ کا تو کیا ذکر ہماری تو یہ حالت ہے کہ ہم معاصی کئے جاتے ہیں اور دل میں کبھی کھٹکا بھی نہیں ہوتا کہ یہ گناہ ہوا۔ بلکہ ان معاصی پر فخر کرتے ہیں کہتے ہیں ہم نے ذرا سی نوکری میں اتنا روپیہ کمالیا یہ ہمارا ڈھنگ (۱) اور چالاکی ہے۔ دھوکہ دے کر اور معاملات ناجائز کر کے ساری عمر روپیہ جمع کرتے رہتے ہیں پھر اس کو ہنر سمجھتے ہیں یہ وہ حالت ہے جس کو موت قلب (۲) کہتے ہیں اس کے بعد توبہ کی بھی کیا امید ہے۔ کیونکہ توبہ کی حقیقت ہے ندم یعنی پشیمانی اور پشیمانی اسی کام سے ہوا کرتی ہے جس کی برائی ذہن میں باقی ہو۔ اور جب گناہ دل میں ایسا رچ گیا کہ اس پر فخر کرتے ہیں تو پھر پشیمانی کہاں۔

یہ تو ان گناہوں کی حالت ہے جن کو ہم گناہ سمجھتے تھے مگر چند روز عادی ہو جانے کی وجہ سے غفلت ہوگئی۔ بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ جن کی طرف آج کل خیال بھی نہیں جاتا بلکہ چھوڑنے سے جی بُرا ہوتا ہے اور یوں تو گناہ سب ہی برے ہیں لیکن ایسے گناہ زیادہ خطرناک ہیں جو علی العموم (۳) عادت اور رواج میں داخل ہوگئے ہوں۔ کیونکہ طبیعتیں ان سے مانوس ہوگئی ہیں حتی کہ ان کی برائی ذہن سے دور ہوگئی اور بجائے اس کے ان کی ضرورت اور بھلائی دلنشین ہوگئی ہے ان کے چھوٹنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ آدمی چھوڑتا اس چیز کو ہے جس کی برائی خیال میں ہو۔ اور جس چیز کی برائی ذہن سے نکل جاتی ہے پھر اس کو کیوں چھوڑنے لگا۔ ان

(۱) ہمارا سلیقہ (۲) دل کا مردہ ہو جانا کہتے ہیں (۳) عام طور پر۔

گناہوں کو میں مختصراً بیان کرتا ہوں۔

گناہ کی حقیقت

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ گناہ کیا چیز ہے گناہ کی حقیقت ہے خدا کے حکم کو بجانہ لانا اوران احکام کی کئی قسمیں ہیں۔ایک وہ جوکہ عقائد کے متعلق ہیں۔اور ایک وہ جوعمل کے متعلق ہیں، اور بعضے معاملات کے متعلق ہیں اور بعض حقوق عباد کے۔ میں ان کوترتیب وار مختصر مختصر بیان کرتا ہوں، اول عقائد کے متعلق سنئے۔

ان حقوق کا بجالانا یہ ہے کہ عقائد جیسے خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ویسے ہی رکھے جائیں، لیکن ان میں بھی بہت فساد آ گیا اور ان کو جو کچھ خراب کیا جہالت نے کیا، عورتوں میں تو عام رواج ہے کہ پڑھنے پڑھانے کو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتیں، جس کی طبیعت بچپن سے جس طرف کو چلی جائے اُسی طرف چھوڑ دی جاتی ہے۔

آخرت سے بےفکری

کیوں بیبیوں اپنی لڑکیوں کو کھانا پکانا، سینا پرونا کیوں سکھاتی ہو ان کاموں میں بھی ان کو اپنی طبیعت پر چھوڑ دو پھر دیکھو بڑے ہوکر کیا لطف آتا ہے، ان کو اپنی زندگی کاٹنا دشوار ہوجائے گی۔حالانکہ دنیا کی زندگی بہت محدود ہے۔فرض کرلو کہ سو برس تک جئے گی اگر کھانا پکانا سینا پرونا نہ بھی جانتی ہوگی تو آرام وعزت سے نہیں تکلیف اور ذلت سے ہی کسی طرح اس عمر کو کاٹ ہی لے گی لیکن زندگانی آخرت[۱] بلا وہاں کے کام سیکھے ہوئے نہ کٹے گی کیونکہ وہ دائمی ہے۔

جب تم دنیا کی چند روزہ زندگی کے لئے اتنے ہنر سکھانے کی ضرورت سمجھتی ہو تو اس زندگانی کی نسبت کیا خیال ہے جو اس سے کہیں زیادہ اور دشوار ہے

(۱) آخرت کی زندگی۔

ازروئے قاعدہ اگر محدود زندگی کے لئے دس ہنروں کی ضرورت ہے تو غیر محدود کے لئے ہزاروں ہنروں کی ضرورت ہونی چاہئے مگر افسوس ہے کہ ہزاروں کی جگہ سیکڑوں بھی نہیں بلکہ اتنے بھی نہیں جتنے کہ دنیا کے لئے سکھلائے جاتے ہیں۔ آخرت کے بارے میں لڑکیوں کو بالکل مخلے بالطبع(۱) چھوڑ دیا جاتا ہے۔

علم دین کی ضرورت اور حصول کا طریقہ

اب ایک بلا اور چلی ہے کہ اگر کسی کو تعلیم کی ضرورت محسوس ہوئی تو لڑکیوں کو بھی انگریزی تعلیم دلاتے ہیں انگریزی نے مردوں کو بڑی فلاح دی تھی جو عورتوں کو دے گی مرد ہو یا عورت سب کو پہلے ضرورت ہے علم دین کی اس پر بعض لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ سب کام چھوڑ کر سب کے سب مولوی بن جائیں اس کا جواب یہ ہے کہ علم کے معنی ہیں جاننا دین کے جاننے کی ضرورت ہے۔ متعارف کتابیں پڑھنے کی سب کو ضرورت نہیں ہاں دین سے بقدر ضرورت واقفیت لابد ہے(۲) وہ خواہ عربی کی کتابیں پڑھ کر ہو یا فارسی کی یا اردو کی یا زبانی پوچھ پوچھ کر قرون اولیٰ کے لوگ سب عالم تھے مگر نہ کتاب کے ذریعہ سے بلکہ پوچھ پوچھ کر اور زبانی سیکھ کر۔

پھر کیسے کیسے عالم تھے کہ جن کے ذریعہ سے خود کتاب والوں کو بھی علم پہنچا لیکن زمانہ کا رنگ بدلنے سے اب زبانی باتوں پر اعتماد نہیں رہا اس واسطے ضرورت پڑی کہ قرون اولیٰ کے علوم کتابی صورت میں لائے جائیں اس واسطے اب یہ رواج ہوگیا کہ عالِم اس کو سمجھتے ہیں جس نے کتابیں پڑھی ہوں اور یہی طریقہ آج کل اسلم ہے اور چونکہ زبانی پوچھنا اور پوچھنے کے بعد اس کو یاد رکھنا یہ بھی دشوار ہوگیا اس

(۱) آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے (۲) لازمی ہے۔

لئے احوط طریقہ یہی ہے (۱) کہ کتابی تعلیم دی جائے پہلے زمانہ میں کتابیں مشکل تھیں۔ لیکن اب خدا کے فضل سے سہل (۲) اور اردو زبان میں ہوگئیں جن سے بہت معمولی لیاقت کا آدمی بھی کاربراری کرسکتا ہے (۳)۔

تو اب اس شبہ کی گنجائش نہیں کہ کیا سب کے سب مولوی بن جائیں۔ اور اگر مولوی بننا اسی کو کہتے ہیں کہ بقدر ضرورت دین کی باتیں سیکھ لے تو میں کہتا ہوں ایسا مولوی بننا ضروری ہے اور کچھ مشکل بھی نہیں جس وجہ سے آپ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ سب کام چھوڑنے پڑیں گے وہ وارد (۴) نہیں ہوتا کیونکہ یہ بہت تھوڑا کام ہے دنیا کے کاموں سے خارج نہیں ہوسکتا دس پانچ منٹ روزانہ وقت دینے سے کاربراری (۵) ہوسکتی ہے مگر تعلیم باقاعدہ ہونی چاہئے۔

عورتوں کی دینی تعلیم کا طریقہ

طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کو وہ کتابیں پڑھائیے جن میں ان کے ضروریات دینی لکھے گئے ہیں اور ان کو سبقاً سبقاً پڑھائیے۔ ان کے ہاتھ میں کتاب دے کر بے فکر نہ ہوجائیے عورتیں اکثر کج فہم اور کم فہم ہوتی ہیں یا تو کتاب کے مطلب کو سمجھیں گی نہیں یا کچھ کا کچھ سمجھ لیں گی اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کرکے گھر کا کوئی مرد بی بیوں (۶) کو اکٹھا کرکے وہ کتابیں پڑھایا کرے یا اگر پڑھ نہ سکتی ہوں تو ان کو سنایا کرے مگر نظر تعلیم کی غایت اور غرض پر رہے (۷)۔ صرف ورق گردانی نہ ہو جو جو مسئلے ان کو پڑھائے جائیں یا سنائے جائیں اُن پر عمل کی نگرانی بھی کی جائے۔

---

(۱) احتیاط اس طریقے ہی میں ہے (۲) آسان (۳) معمولی صلاحیت کا آدمی بھی اپنا کام چلا سکتا ہے (۴) وہ شبہ اب نہیں ہوتا (۵) کام چل سکتا ہے (۶) عورتوں کو جمع کرکے (۷) تعلیم کا مقصد پیش نظر رہنا چاہئے۔

یہ بھی قاعدہ ہے کہ مسئلہ پڑھنے سے یاد نہیں رہتا بلکہ اس کے کار بند(۱) ہوجانے سے خوب ذہن نشین ہوجاتا ہے۔ اور اگر کوئی بی بی پڑھی ہوئی میسر ہوں تو وہی کتاب لے کر دوسری بی بیوں کو پڑھائیں یا سکھائیں بہر حال کوئی صورت ہو مگر اس سے غفلت نہ ہونی چاہئے۔

مردوں کی ذمہ داری

آپ صرف اپنی ذات خاص سے پابند شرع ہوکر(۲) بری نہیں ہوسکتے، کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔

﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾(۳)

یعنی بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اور حدیث ہے۔

الا فکلکم راعٍ و کلکم مسؤل عن رعیتہ۔ یعنی ہر بڑا چھوٹے کا نگران ہے اور اس سے باز پرس ہوگی تو جس طرح ممکن ہو عورتوں کو دین سکھاؤ۔ مرد خود سکھائیں یا کوئی بی بی دوسری بی بیوں کو سکھادیں اور سکھانے کے ساتھ ان کو کار بند بھی بناویں اس کے بغیر براءت نہیں ہوسکتی اس پر آپ یہ نہ کہیں کہ عورتیں راہ پر آتی ہی نہیں کیونکہ آپ کو خدا تعالیٰ نے حاکم اور ان کو محکوم بنایا ہے۔

الرجال قوامون علی النساء (مرد عورتوں پر حاکم ہیں)

عورتوں کی اصلاح میں مردوں کی کوتاہی

حاکم کا محکوم پر بڑا قبضہ ہوتا ہے یہ صرف حیلہ ہے کہ وہ مانتی نہیں اس کو ہم

---

(۱) اس پر عمل پیرا ہونے سے ذہن میں جم جاتا ہے (۲) شرعی احکام کے پابند ہوکر (۳) سورۂ تحریم: ۶۔

سچ جب سمجھیں کہ وہ کھانے میں نمک کڑوا کردیں اور آپ دو چار مرتبہ کہنے کے بعد چپکے بیٹھ کر کھالیا کریں مگر دنیا کے کاموں میں یہ کبھی نہیں ہوتا سستا تو دین ہے کہ اس کو جس طرح چاہیں رکھیں بات درحقیقت یہ ہے کہ عورتوں کو دو ایک بار نصیحت کرکے خاموش ہوجانے کی وجہ یہ ہے کہ جن کاموں سے عورتوں کو منع کرتے ہیں ان کاموں میں مردوں کو بھی حظ (۱) آتا ہے، منع کرنا اُن کا برائے نام ہے۔ حتیٰ کہ عورتیں جب رسمیں کرتی ہیں اور مرد ان کو منع کرتے ہیں تو وہ جواب دیتی ہیں کہ مجھے کیا مل جاوے گا۔ تمہارا ہی تو نام کروں گی۔ بس اس وقت مرد خاموش ہوجاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ نام کرنے کی خواہش اُن کو خود بھی ہے جب ان ہی کے افعال میں کوتاہی ہے تو ان کے محکوموں کے افعال میں کیوں نہ ہوگی اور جو مرد مستعد بھی ہیں (۲) اور تشدد (۳) سے بھی کام لیتے ہیں ان میں بھی کوتاہی یہ ہے کہ ان کے ذہن میں جو فہرست گناہوں کی ہے جس پر عورتوں کو تنبیہ کرنا چاہتے ہیں اس میں غلطی ہے۔

بہت سے گناہ اُس میں ہیں ہی نہیں اس میں فقط چوری اور حرام کاری وغیرہ رواجی گناہ ہیں ان پر عورتوں کو بھی مجبور کرتے ہیں۔ دیکھا ہوگا اگر خدانخواستہ شرفاء میں سے کوئی عورت ان گناہوں میں سے کوئی گناہ کرے تو بڑے دور تک نوبت پہنچتی ہے اور ان کے سوا چاہے ان سے بڑے بڑے گناہ کر ڈالے تو کوئی پوچھنے والا نہیں وجہ یہ ہی ہے کہ یہ گناہ مردوں کی فہرست میں ہے ہی نہیں تو اصل یہ ہوئی کہ ان گناہوں میں خطا مردوں کی بھی ہے اس واسطے نہیں چھوڑتیں۔

---

(۱) لطف آتا ہے (۲) اصلاح کرنے کے لئے تیار بھی نہیں (۳) سختی بھی کرتے ہیں۔

سائلین کی چالاکی

اور اس فہرست بنانے میں صرف ناواقفیت سے غلطی نہیں ہوئی بلکہ چالاکی سے کام لیا گیا ہے اور ان گناہوں کو کھینچ تان کر جائز کیا گیا۔ دیکھئے آج کل کی بعض رسمیں خوبصورت مباحات ہیں، ان میں یہ چالاکی کی گئی ہے کہ۔

جب علماء سے دریافت کیا گیا تو اس طرح سے کہ آپس میں ملنا جلنا جائز ہے یا نہیں اور کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں، اور کسی رشتہ دار کے ساتھ سلوک کرنا جائز ہے یا نہیں، ان سوالوں کا جواب مجیب (۱) کیا دے سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ جائز ہے۔

بس آپ نے یہ جواب لے کر گناہوں کی فہرست میں سے ان افعال کو علیحدہ کرلیا اور ان افعال کو جائز رکھا اور سمجھ لیا کہ جس مرکب کا ہر جزو مباح ہے (۲)۔ تو مرکب ناجائز کیسے ہوگا یہ اصل ہے آج کل کے رسوم کی جو اکثر پڑھے لکھوں کو یاد ہے۔

رسموں میں کیئے جانے والے گناہ

لیکن سمجھ لیجئے کہ شریعت نے جو گناہوں کی فہرست دی ہے اس میں اور بھی گناہ ہیں جو آپ کی رسوم کا جزو ہیں یعنی اس میں تکبر اور تفاخر وغیرہ بھی داخل ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ان اللہ لا یحب کل مختال فخور (بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں، شیخی کی باتیں کرتے ہوں''۔

---

(۱) ان سوالوں کا جواب مفتی کیا دے گا (۲) ہر جزء حلال اور جائز ہے۔

اور یہ آپ کی فہرست میں نہیں ہے۔ اور فرماتے ہیں۔

ان اللّٰہ لا یحب المتکبرین ''بیشک اللہ تعالیٰ متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتے''

اور جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة من الکبر ''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ ہوگا''

اور دوسری حدیث میں ہے۔

من سمّع سمّع اللّٰہ بہ ''جو شخص لوگوں کو سنانے کے واسطے کوئی عمل کرے گا تاکہ لوگوں میں اس کی شہرت ہو تو اس کے عیب کو اللہ تعالیٰ مشہور کرے گا اور اس کو قیامت کے دن رسوا کرے گا''۔

اور ایک حدیث میں ہے: (ومن لبس ثوب شهرة البسه اللّٰهُ ثوب الذل یوم القیامة) ''جو شخص دکھاوے کی غرض سے کوئی کپڑا پہنے گا تو اس کو خدا تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے''

ان آیات اور احادیث سے عجب اور تکبر اور تصنع اور دکھلاوے کی برائی ثابت ہے اب دیکھ لیجئے کہ رسوم کی بناء(۱) ان ہی پر ہے۔ پس ہر مفرد اس مرکب کا جائز کہاں ہوا جو مرکب جائز ہو۔ پس آپ کی دلیل تو نہ چلی اور ہمارے پاس دلیل ہے جس کی بناء(۲) پر ہم ان رسوم کو برا کہتے ہیں وہ دلیل یہ ہے کہ تکبر اور تفاخر اور دکھلاوے کو شریعت نے معصیت قرار دیا ہے جس فعل میں یہ معصیت موجود ہوگی وہ بھی معصیت ہوگا پس جزو معصیت(۳) کو ذکر نہ کرنا اور صرف مباحات کا نام لے کر استفتا کر لے نا چالاکی نہیں تو کیا ہے خدا را ان چالاکیوں کے مفاسد میں نہ پڑیئے مفاسد تو اپنا اثر ضرور لائیں گے گو کیسی ہی تاویل کر لو۔

(۱) رسوم کی بنیاد (۲) جس کی بنیاد پر (۳) گناہ۔

مسائل پوچھنے میں احتیاط

کیا ممکن ہے کہ کوئی سنکھیا پیس کر ہتھیلی پر رکھ کر یہ تاویل کر کے کھائے کہ شکر بھی سفید ہوتی ہے اور یہ بھی سفید ہے تو ہم اس کو شکر کیوں نہ کہیں کیا اس تاویل سے سنکھیا اپنا اثر چھوڑ دے گا ایسے ہی کھانے اور پینے اور لباس اور اٹھنے اور بیٹھنے میں جب شرعی مفاسد موجود ہوں تو کیا ان مفاسد کا ازالہ آپ کے اس دل سمجھانے سے ہوجائے گا کہ لباس بھی جائز ہے اٹھنا بیٹھنا بھی جائز ہے۔ لینا دینا بھی جائز ہے تو ان سب کا مجموعہ کیسے ناجائز ہے۔ اگر تحقیق مقصود ہے تو سوال میں اُس جزو ناجائز کو بھی ظاہر کر کے جس عالم سے چاہے پوچھ لیجئے کہ لباس بطور تفاخر پہننا کیسا ہے اور کسی کو دنیا دکھلاوے کے لئے کیسا ہے جواب یہی ملے گا کہ ناجائز ہے اور اسی طرح اگر یہ پوچھا جاوے کہ تفاخر کے لئے رسمیں کرنا کیسا ہے تو دیکھئے کیا جواب ملے گا اور کوئی صاحب یہ شبہ نہ کریں کہ میں اچھے لباس کو منع کرتا ہوں، میں خود لباس کو منع نہیں کرتا بلکہ اس مفسدہ سے بچاتا ہوں جو اس کے ساتھ لگا ہوا ہے وہ ریا اور عجب ہے جو ان سے بچ سکے وہ پہنے۔ اللہ کے بندے سب طرح کے ہیں۔

عمدہ لباس پہننے کا معیار

بھوپال کا ایک قصہ ہے کہ ایک دفعہ بہت سے آدمی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک صاحب ان میں سے بہت صاحب ثروت (۱) اور عمدہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ بارش آ گئی تو لوگ نیت توڑ توڑ کر بھاگے اور اندر جا کر نماز پڑھی یہ اللہ کا بندہ ایسا نماز میں مشغول تھا کہ اُسی اطمینان سے نماز پڑھتا رہا اتنا بھی نہ کیا کہ

(۱) بہت مال دار۔

چھوٹی سورت پڑھ کر ختم کردے اسی طرح اطمینان کے ساتھ نماز پوری کی۔ کپڑے نہایت لطیف اور قیمتی تھے سب خراب ہوگئے۔

کسی نے کہا حضرت بڑا نقصان کیا اتنی قیمت کے کپڑے خراب ہوگئے جیسے اور لوگ نیت توڑ کر اندر چلے گئے تھے آپ بھی نماز مختصر کرکے اندر چلے جاتے تو اتنا نقصان کیوں ہوتا۔

انہوں نے کہا بھائی میرے پاس کپڑے اور بھی ہیں یہ خراب ہوگئے تو اب جاکر اور پہن لوں گا۔ نماز میں جو کوتاہی ہوتی تو اس کا بدل کیا ہوتا سو اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں اس میں اعتبار دِل کا ہے کیونکہ نیت فعل قلب ہے اگر نیت تفاخر کی نہیں ہے تو اچھے کپڑے میں کچھ حرج نہیں اس کا ذمہ دار خود پہننے والا ہے وہ اپنے قلب کو دیکھ لے اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ صاف کرے جو فتویٰ دیا جاسکتا ہے وہ ظاہر حالت پر مبنی ہوتا ہے۔

اصلاحِ ظاہر و باطن کی ضرورت

اور میں نے جو کہا ہے کہ اعتبار دل کا ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ شرع کے خلاف ظاہر کے بگاڑ لینے میں کچھ حرج نہیں صرف باطن درست ہونا چاہئے کیونکہ حق تعالیٰ نے دونوں کا اعتبار کیا ہے فرماتے ہیں: ﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾ یعنی ظاہری گناہ بھی چھوڑو اور باطنی بھی اسی ترجمہ کے لئے دوسرے لفظ یہ ہیں کہ ظاہر کی بھی اصلاح کرو اور باطن کی بھی اسی مغالطہ میں بہت سے آدمی پڑے ہوئے ہیں کہ ظاہر کی اصلاح کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ بعضے تو ظاہر کے بگاڑنے کو اچھا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں اس سے تکبر نہیں ہوتا ظاہر بُرا ہونے سے خلق کی نگاہ میں وقعت نہیں ہوتی اس سے نفس مرتا ہے اور بعضوں نے تو حد ہی

کردی کہ نماز تک نہیں پڑھتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ کیا تمہارے دکھلاوے کی نماز پڑھیں تمہیں کیا معلوم ہے کہ فقیر کس حال میں ہے۔

نفس کی چالاکیاں

ان کا راز بتلائے دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ نفس کی ہزاروں چالیں ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی مصلحت سمجھا کر کسی کام سے روک دیتا ہے، وہ مصلحت کبھی دنیاوی ہوتی ہے اور کبھی دینی۔ جو لوگ ضعیف ہیں ان پر تو دنیاوی مصلحت کا پیش کرنا کافی ہو جاتا ہے ان کے قلب میں اتنا بھی استقلال نہیں ہے کہ اس مصلحت کو باوجود دنیاوی جاننے کے دین کے مقابلہ میں چھوڑ سکیں، مثلاً جماعت کا وقت ہوا اور کوئی شخص سوداگر ہو تو نفس اس وقت سوجھاتا ہے کہ اگر جماعت کے لئے جاؤں گا تو یہ سودا بگڑ جائیگا اور اتنا نقصان ہوگا پس وہ سوداگر اس چال میں آجاتا ہے اور صرف مصلحت کا لفظ سن کر دین کے کام سے رہ جاتا ہے۔ اور جو لوگ کسی قدر قوی القلب (۱) ہیں اور دیندار کہلاتے ہیں ان کے سامنے نفس مصلحت کو دینی پیرایہ میں پیش کرتا ہے اور مغالطہ ڈال کر کام سے روک دیتا ہے، چنانچہ یہ کہنا کہ ہم دکھلاوے کی نماز نہیں پڑھتے ہیں یہ بھی نفس کی چال ہے کہ اس مغالطہ میں ڈال کر کہ جماعت کی نماز پڑھنے میں ریا و تکبر پایا جاتا ہے جماعت سے روک دیتا ہے غرض نہ باطن کی اصلاح چھوڑیئے نہ ظاہر کی۔

مضبوط دل والے

اور میرے اس کہنے کا کہ دل کا اعتبار ہے یہ مطلب نہیں کہ ظاہری معاصی جائز ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ مباحات ظاہری میں بھی جب دل بگڑا ہوا ہو تو وہ

(۱) مضبوط دل والے۔

مباح نہیں رہتا۔ پس اچھا کپڑا پہننے میں یہ بھی ضروری خیال کر لیجئے کہ کہیں نفس میں تفاخر(۱) وغیرہ تو نہیں ہے رسوم میں بھی غور کریں گے تو صاف تفاخر معلوم ہوگا۔ پس وہ چیزیں واجب الترک ہوں گی یہ عورتوں میں رسوم ہی کی طرح اس تصنع اور تزئین کی بھی حد ہوگئی ہے (۲) کہ جو کپڑا بناتی ہیں بڑی چھان بین کر کے انتخاب کرتی ہیں ہر بی بی کا یہی حوصلہ ہے کہ ایسا کپڑا بناؤں کہ دوسرے کے پاس نہ نکلے اسی کو ترفع (۳) کہتے ہیں یا نہیں۔ اسی کے بارے میں فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ۔ (من لبس ثوب شهرة البسه الله ثوب الذل يوم القيامة) یعنی جو شخص کوئی کپڑا دکھاوے کی غرض سے پہنے گا اس کو خدا تعالیٰ ذلت کا لباس قیامت کے دن پہناویں گے۔

کیا عورتوں کے ان معمولی افعال کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ رسوم میں نیت ان کی درست ہے عورتوں کو اس طرف التفات بھی نہیں کہ نیت درست اور نادرست کیسی ہوتی ہے۔

عمدہ لباس پہننے میں جواز اور عدم جواز کا معیار

اور یہاں کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب کوئی کپڑا بناتا ہے تو دو چار کپڑوں میں سے اچھا ہی چھانٹ کر لیتا ہے تو یہ سب ترفع یا دکھلاوا (۴) ہوا اس کا گر یاد رکھو کہ کپڑا اپنا جی خوش کرنے کو پہنا جاوے تو مباح ہے۔ اور دوسرے کی نظر میں بڑا ہونے کے لئے پہنا جاوے تو ناجائز ہے۔ گویا کپڑے کے اچھے ہونے کے دو مرتبہ ہیں ایک یہ کہ بُرا نہ ہو جس سے اپنا دل خوش ہو اور اوروں کے سامنے ذلیل نہ ہونا

(۱) نفس میں فخر کرنے اور بڑائی جتانے کا مادہ تو نہیں ہے (۲) دکھاوے اور زیب وزینت (۳) بڑائی اور تکبر (۴) بڑائی اور دکھاوا۔

پڑے اس کا کچھ حرج نہیں۔ اور ایک یہ کہ دوسروں سے بڑھا چڑھا ہو کہ اس کی طرف نظریں اٹھیں یہ بُرا ہے یہ گناہ تو کپڑے کے متعلق تھے جن سے بعض رسوم کا حکم بھی معلوم ہوا۔

رسموں کے جواز میں پیش کردہ دلیل کا جواب

اب کھانے کے متعلق سنئے کہ رسموں سے اس کا بھی تعلق ہے۔ آپ کا خیال تھا کہ کھانا کھلانا جائز ہے اور مفتی فتویٰ دیتے ہیں کہ جائز ہے مگر شریعت کی فہرست میں تو دیکھو اس میں حدیث کا یہ مضمون بھی گناہوں میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی حدیث میں ہے۔ نهى رسول اللّٰه ﷺ عن طعام المتبارين یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان دو شخصوں کے کھانا کھانے سے منع فرمایا جو آپس کی بحثا بحثی سے کھانا کھلاتے ہوں دیکھ لیجئے یہ کھانا جائز ہے تو آپ کا یہ کہنا صحیح نہ رہا کہ کھانا کھلانے میں کیا حرج ہے اسی پر تمام ان کاموں کو قیاس کر لیجئے جن کے مجموعہ کا نام رسوم ہے آپ نے رسموں کے جواز میں یہ دلیل پیش کی تھی کہ کھانا کھلانا، دینا لینا، آنا جانا، علیحدہ علیحدہ سب افعال مباح ہیں ان کے جمع ہونے سے ممانعت کیسے لازم آ گئی ، میں کہتا ہوں دیکھ لیجئے کپڑا پہننے کو آپ جائز سمجھتے ہیں۔ مگر اس کے لئے شریعت میں ایک قید ہے کھانے کھلانے کو آپ جائز کہتے ہیں۔ اس میں بھی ایک قید ہے۔ اب ان رسوم میں دیکھ لیجئے کہ وہ افعال مع ان قیدوں کے موجود ہیں یا بلا قیدوں کے اس میں آج کل کے عقلمند بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

رسوم کی اقسام

مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ خدا کا شکر ہے اس زمانہ میں پہلی سی رسمیں بہت کم ہوگئیں میں نے کہا ہرگز نہیں۔ بات یہ ہے کہ رسمیں دو قسم کی ہیں ایک وہ جو شرک تک پہنچی ہیں وہ البتہ چھوٹ گئیں۔ ایک وہ ہے جن کی اصل تفاخر ہے۔ یہ پہلے سے بھی بڑھ گئیں۔ البتہ پہلے شرک کی عجیب عجیب رسمیں تھیں۔

سید صاحب ایک جگہ مہمان ہوئے۔ صاحب خانہ ایک عالم شخص تھے وہ سید صاحب کی وجہ سے باہر بیٹھے ہوئے تھے اندر سے ایک عورت آئی کہ ذرا گھر میں چلو وہ سید صاحب کی وجہ سے اُٹھ نہ سکے۔ گھر سے کئی بار تقاضا آیا کہ کام حرج ہو رہا ہے جلدی چلئے۔ سید صاحب نے سن لیا اور فرمایا گھر میں تشریف لے جایئے کہ کچھ کام ہوگا۔ صاحب خانہ نے کہا کہ نہیں حضرت کچھ بھی کام نہیں۔ ایک شادی کے لئے دھان کوٹنے تھے اس کے لئے موسل میں ڈورہ باندھنے کے لئے مجھ کو بلاتے تھے(۱)۔ سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ تو شرک ہے۔ انہوں نے اس ماما سے کہہ دیا کہ والدہ سے کہدو کہ سید صاحب شرک بتلاتے ہیں۔

آج کل کی رسوم

میں کہتا ہوں یہ رسمیں بالکل لغو(۲) تھیں مگر یہ ضرور تھا کہ بہت سے سمجھ دار کرنے والے بھی ان کو لغو سمجھتے تھے، اگرچہ کرتے سب تھے اور آج کل کی رسمیں جن کو میں نے کہا ہے کہ بڑھ گئی ہیں ان کو دانشمند(۳) لوگ بھی یہ نہیں سمجھتے کہ یہ گناہ ہے اور وہ رسمیں آج کل کی تفاخر اور تکلف کی ہیں۔ پہلے لوگوں میں موٹا جھوٹا پہن لیتے تھے، باسی تازہ کھالیتے تھے اور آجکل کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی

(۱) گندم کوٹنے والی لکڑی میں دھاگہ باندھنے کے لئے بلا رہے ہیں (۲) بیکار (۳) عقلمند۔

غریبانہ معیشت کو پسند نہیں کرتا۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عیب سمجھتے ہیں، بول چال میں اور اٹھنے بیٹھنے میں سب میں تکبر اور تکلف بھرا ہوا ہے گویا ہر وقت کسی نہ کسی رسم کے پابند ہیں اور تکلف میں علاوہ گناہ کے ایک دنیوی خرابی یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بناوٹ کرنے والے کی بات پر اعتماد نہیں کرتا اس خوف سے کہ شاید یہ بات بھی بناوٹی ہو اسی واسطے پہلے لوگوں کی بات بڑی پکی ہوتی تھی آج کل کے لوگوں کی بات ایسی نہیں مانی جاتی غرض رسمیں شرک کی تو چھوٹ گئیں کیونکہ علم کا شیوع (۱) ہو گیا۔ پہلے مولوی کم ہوتے تھے اور تفاخر کی رسمیں بڑھ گئیں کیونکہ تعلیم جدید کی ترقی ہے تو آج کل کی رسموں میں شرک نہ سہی تفاخر تو ضرور ہے یہ بھی منع ہونے کے لئے کیا کچھ کم ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ آپ نے جو فہرست گناہوں کی بنائی ہے اس میں بہت ہی کوتاہیاں ہیں شریعت کی دی ہوئی فہرست میں اور بھی گناہ ہیں آپ کی نظر چونکہ اپنی فہرست پر ہے اس واسطے رسموں کو گناہ نہیں سمجھتے۔

تفاخر کی رسم

میں نے بتلا دیا کہ شریعت کی فہرست میں ایک گناہ تفاخر بھی ہے جس عمل میں پایا جاوے اسی کو فاسد کر دیتا ہے اب آپ دیکھ لیجئے کہ آپ کی رسموں کا یہ جزو اعظم ہے یا نہیں۔ یہ ایسا جزو ہے کہ تمام ان اجزاء کو جن کو آپ نے مباح (۲) کہا تھا سب کو اباحت (۳) سے نکال دیتا ہے۔ دیکھئے کپڑا پہننا جائز ہے مگر جب تفاخر شامل ہو جائے تو جائز نہیں، کھانا کھلانا جائز ہے مگر تفاخر کے ساتھ جائز نہیں، کسی کو دینا لینا رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا، سب اچھا ہے۔ مگر تفاخر کے ساتھ جائز

(۱) علم عام ہو گیا (۲) جائز (۳) حد جواز سے نکال دیتا ہے۔

نہیں یہ تفاخر (۱) حلال چیزوں کو ایسا گندہ کرتا ہے جیسے نجاست ایک کنوئیں کو، جس کو آپ نے بہت سہل سمجھ رکھا ہے اور اس کا نام ہی اپنی فہرست میں سے اڑا دیا ہے۔ حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو رسموں کی بنا اور اصل بھی تفاخر ہے حتی کہ بیٹی کو جو چیز جہیز میں دی جاتی ہے اس کی اصل بھی یہی ہے بیٹی لخت جگر کہلاتی ہے۔ ساری عمر تو اس کے ساتھ یہ برتاؤ رہا کہ چھپا چھپا کر اُس کو کھلاتے تھے کہ اچھا ہے کوئی لقمہ ہماری بیٹی کے پیٹ میں پڑ جائے گا تو کام آئے گا۔ دوسرے کو دکھانا بھی پسند نہ تھا شاید نظر لگ جائے نکاح کا نام آتے ہی ایسا کایا پلٹ ہوا کہ ایک ایک چیز مجمع کو دکھائی جاتی ہے۔ برتن اور جوڑے اور صندوق حتی کہ آئینہ کنگھی تک شمار کر کے دکھلائے جاتے ہیں۔ شاید وہ پہلے لخت جگر تھی اور اب نہیں رہی، یا اب ہے اور پہلے نہ تھی، جواب کے اور پہلے برتاؤ میں بالکل عکس کا فرق ہو گیا۔

اگر آپ غور کریں گے تو اس کی وجہ صرف تفاخر پائیں گے۔ برادری کو دکھانا ہے کہ ہم نے اتنا دیا صرف یہی منظور نہیں کہ ہماری بیٹی کے پاس سامان زیادہ ہو جائے۔

جہیز کے بارے میں لوگوں کا طرز عمل

اور اسی واسطے جوڑے اور برتن غرض تمام جہیز ایسا تجویز کیا جاتا ہے کہ ظاہری بناوٹ میں بہت اُجلا ہو اور قیمت کے اعتبار سے بھی کوشش کی جاتی ہے کہ سب چیزیں ہلکی رہیں، جب بازار میں خریدنے جاتے ہیں تو دوکاندار سے کہا جاتا ہے کہ شادی کا سامان خریدنا ہے، لینے دینے کا سامان دکھاؤ۔ اگر اس کی اصل بیٹی کے ساتھ ہمدردی تھی تو گو تعداد میں جہیز کم ہوتا مگر سب چیزیں اچھی اور کارآمد

(۱) کسی کام کو بطور فخر کرنے۔

ہوتیں بجائے اس کے وہ چیزیں دی جاتی ہیں جو برتنے کے قابل بھی نہیں ہوتیں۔ صرف ظاہری شمار بڑھا کر دکھادی جاتی ہیں۔

بعض چیزیں ایسی دی جاتی ہیں جو کبھی کام میں نہیں آتیں سوائے اس کے کہ گھر کی جگہ گھیر لیں۔ مثلاً چوکی اور نواڑ کا پیڑھا کہ یہ اس تکلف کی ہوتی ہیں کہ ان کو کام میں لاتے ہوئے درد آتا ہے اور حقیقت میں وہ کام کے قابل ہوتے بھی نہیں کیونکہ تکلف کی چیز نازک ضرور ہوا کرتی ہے، اس کی نزاکت اور خوبصورتی کی وجہ سے ایک طرف احتیاط سے رکھدیا جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا وہ رکھے رکھے گل جاتے ہیں اور کبھی کام میں نہیں آتے۔

اگر بیٹی کو لخت جگر سمجھ کر دینا ہے تو کیا ایسی ہی چیزیں دینی چاہئے تھیں جو اس کے کام میں کبھی نہ آئیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ چیزیں بیٹی کو دی ہی نہیں جاتیں صرف تفاخر اور دکھاوے کے لئے دی جاتی ہیں۔ اس میں جتنا جس کا حوصلہ ہوتا ہے بڑھ کر قدم رکھتا چلا جاتا ہے۔ ایک نے دس برتن اور پچاس جوڑے دیئے تو دوسرا نو برتن اور انچاس جوڑے نہیں دے گا ایک بڑھا ہی کردے گا گو قرضدار ہی ہو جاوے۔ کیونکہ دنیا میں سب امیر ہی نہیں ہیں۔ اور شادی بیاہ سب کو پیش آتے ہیں غریب آدمی کو بھی خبط سوجھتا ہے کہ اگر ذرا بھی گھٹیا کام کروں گا تو ساری عمر کو برادری منہ کالا کرے گی۔

اسراف کی برائی

اس واسطے سود پر قرض لینا گوارا کرتا ہے۔ صاحبو! اب مجھے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ آپ کی فہرست گناہوں کی بہت ناقص اور غلط ہے آپ نے اس سود کو بھی اس میں نہیں لکھا جو منصوص قطعی ہے اور جس کے کھانے والے اور کھلانے

والے اور لکھنے والے اور گواہوں پر سب پر لعنت آئی ہے، غرض برادری کے دباؤ سے غریب آدمی بھی عاقبت برباد کرتا ہے، اور غریب ہی کی کیا تخصیص غریب کے اخراجات غریب ہی کے سے ہوتے ہیں اور امیر کے اخراجات امیر کے سے ہوتے ہیں امیر لوگ بھی ان رسموں کی بدولت قرض سے نہیں بچتے۔ امیروں کی تو منگنی بھی معمولی شادیوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کو ان کی حیثیت کے موافق برادری زیر بار کرتی ہے (۱) اور دین کے برباد کرنے کے ساتھ دنیا میں بھی ان کو ذلیل کر کے چھوڑتی ہے۔ اچھی اچھی ریاستیں دیکھی گئی ہیں کہ ایک شادی کی بدولت غارت ہوگئیں۔ یہ وہی رسمیں ہیں جن کو آپ نے فرمایا تھا کہ مجموعۂ مباحات ہیں (۲)۔

میں کہتا ہوں مجموعۂ اسرافات ہیں (۳) اور آپ نے اپنی فہرست میں اسراف کو بھی گناہ نہیں لکھا جس کی نسبت قرآن شریف میں ہے۔

ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ۔ ’’فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں‘‘۔

اسراف شریعت کی فہرست میں گناہوں میں لکھا ہوا ہے شریعت نے نکاح کو مسنون کیا اور رسوم کو اس کا جز نہیں قرار دیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس تقریب کو کر کے دکھلا دیا۔

منگنی کی حقیقت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا، نہ اس میں منگنی تھی نہ مہندی تھی نہ نشانی تھی۔ منگنی آپ کی یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جا کر پیغام دیا۔ اور حضور ﷺ

(۱) برادری بوجھ تلے دباتی ہے (۲) جائز باتوں کا مجموعہ ہیں (۳) فضول خرچی کا مجموعہ ہیں۔

نے منظور فرمالیا نہ اس میں مٹھائی کھلائی گئی نہ کوئی مجمع ہوا۔ اور درحقیقت منگنی چیز کیا ہے، صرف وعدہ ہے جو زبان سے ہوا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ مٹھائی کھٹائی وغیرہ کی کیا ضرورت ہے اگر خط میں لکھ کر وعدہ بھیجد یا جائے تب بھی یہ ہی کام ہوسکتا ہے۔ اس کے ساتھ جس قدر بھی زوائد ہیں سب زائد از کار ہیں (۱)۔ اس میں پرانی تاویل ہے کہ اس سے وعدہ کا استحکام ہوجاتا ہے۔

میں کہتا ہوں جو شخص اپنی زبان کا پکا ہے اس کا ایک مرتبہ کہنا ہی کافی وافی ہے۔ اور جو زبان کا پکا نہیں وہ منگنی کر کے بھی خلاف کرلے تو کیا کوئی توپ لگادے گا۔ چنانچہ بہت جگہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصلحت سے یا کسی لالچ سے منگنی چھڑا لیتے ہیں اس وقت وہ استحکام کس کام آتا ہے اور جو کچھ خرچ ہوا وہ کس کام آیا غرض یہ تاویل صحیح نہیں، صرف دھوکہ ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ورخصتی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منگنی تو یہ ہوئی۔ اب نکاح سنئے نہ اس کے لئے کوئی مجمع کیا گیا نہ کوئی خاص اہتمام ہوا، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو آسمان کے فرشتوں کو بھی بلالیتے، صرف چند آدمیوں کو بلایا۔ ان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک دو اور صحابی تھے اور یہ سنکر حیرت ہوگی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود موجود نہ تھے۔ آپ کی غیبت میں نکاح معلق بررضا علی رضی اللہ عنہ کردیا گیا (۲)۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تب آپ نے قبول کیا پھر رخصتی سنئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ام ایمن کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں پہونچوادیا نہ

(۱) بیکار ہیں (۲) حضرت علی موجود نہیں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نکاح کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا اگر وہ قبول کریں۔

پالکی تھی نہ رتھ تھا نہ عماری تھی(۱) اپنے پاؤں چلی گئیں۔ پھر اگلے دن خود حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا تھوڑا پانی لاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خود اٹھ کر پانی لائیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانی منگایا جس سے معلوم صاف ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پانی لانا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے تھا۔

شادی کی بے ہودہ رسم ''مائیوں بٹھانا''

ذرا اپنی دلہنوں کو دیکھئے کہ سال بھر تک منہ پر ہاتھ رہتے ہیں شادی کے زمانہ میں تو کبھی وہ اپنے منہ سے پانی تک بھی مانگ بیٹھے تو چاروں طرف غل مچ جائے(۲) کہ ہے ہے کیسی بے حیائی کا زمانہ آگیا بلکہ شادی سے پہلے ہی سے یہ مصیبتیں اس بیچاری پر آجاتی ہیں اول سخت قرنطینہ (۳) میں رکھی جاتی ہے جس کو آپ کی اصطلاح میں ''مائیوں بیٹھنا'' کہتے ہیں۔

ایک کوٹھری میں بند کردی جاتی ہے جہاں ہوا تک اس کو نہیں پہنچتی سارے گھر سے بولنا بند ہوجاتا ہے۔ اپنی ضروریات میں دوسرے کی محتاج ہوجاتی ہے۔ اپنے آپ پاخانہ پیشاب کو نہیں جاسکتی یہاں تک بھی غنیمت تھا کہ ان رسموں کی بدولت دنیا کی سزائیں بھگتیں۔ لیکن غضب یہ ہے کہ اس قرنطینہ میں نماز تک نہیں پڑھتی کیونکہ اپنے منہ سے پانی نہیں مانگ سکتی اور اوپر والیوں کو اپنی ہی نماز کی پرواہ نہیں اس کی کیا خبر لیں(۴) کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ نماز جو کہ مرتے وقت بھی معاف نہیں، چنانچہ کتاب میں لکھا ہے کہ۔

(۱) نہ گاڑی تھی نہ کوئی ہاتھی کی سواری تھی (۲) شور مچ جائے (۳) وہ جگہ جس میں وبازدہ علاقے کے بیماروں کو زبردستی سب سے علیحدہ رکھا جاتا ہے (۴) پہلے زمانے میں شادی سے چند روز قبل لڑکی کو مائیوں بٹھایا جاتا تھا اس میں رسمیں ہوتی تھیں آج کل تو ایسی آزادی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے ملنے پر بھی پابندی نہیں حالانکہ قبل نکاح ملنا جلنا دیکھنا تک جائز نہیں لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں۔

ایک شخص کشتی میں سوار ہو اور کشتی ٹوٹ جائے اور یہ شخص ڈوبنے لگے اور وقت نماز کا آگیا ہو تو اس شخص کے ذمہ واجب ہے کہ اسی غوطہ کھانے کی حالت میں نماز کی نیت باندھ لے، پھر چاہے بچے چاہے ڈوب جائے دیکھئے نماز کی یہ تاکید ہے مگر اس قرنطینہ میں قضا کی جاتی ہے کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ باوجود ان منکرات کے یہ رسمیں جائز ہوسکتی ہیں حاشاوکلا (۱) دین سے قطع نظر عقل کے بھی تو یہ بات خلاف ہے کہ اس کو آدمی سے حیوان بلکہ جمادات بنادیا جائے (۲)۔ اس کا کھانا پینا بند کیا جاتا ہے محض اس لئے کہ اگر کم کھانے کی عادت نہ ہوگی تو سسرال میں کھاوے گی پھر پائخانہ جاوے گی جو قانون حیا کے خلاف ہے حتی کہ بہت جگہ یہ دیکھا گیا کہ فاقہ کرتے کرتے لڑکیاں بیمار ہوگئیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ جب دین کو کوئی چھوڑتا ہے تو عقل بھی سلب ہوجاتی ہے (۳)، شادی کی تقریبات کو کہاں تک بیان کروں جس رسم کو چاہے دیکھ لیجئے وہ دین کے خلاف ہونے کے ساتھ عقل سے بھی خارج ثابت ہوگی۔

حضور ﷺ ہمارے لئے نمونہ ہیں اس کی تمثیل

غرض حضور سرور عالم ﷺ اگلے دن حضرت فاطمہؓ کے گھر پہنچے اور دلہا دلہن دونوں سے فرمایا پانی لاؤ دونوں اٹھ کر پانی لائے۔ یہ ساری باتیں قصہ کہانی ہیں۔ یا اس واسطے کی گئی تھیں کہ ہم لوگ سیکھیں۔

قرآن شریف میں ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ جس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کی ذات مبارک میں ایک اچھا نمونہ دیا ہے، نمونہ دینے سے کیا غرض ہوتی ہے یہی کہ اس کے موافق

(۱) ہرگز نہیں (۲) جانور بلکہ پتھر بنادیا جائے (۳) عقل بھی جاتی رہتی ہے۔

دوسری چیز تیار ہو۔

میں نے ایک بزرگ محقق کا اس کے متعلق ایک لطیف مضمون سنا ہے(۱) کہ حضورﷺ کی اور ہماری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے درزی کو ایک اچکن سینے کو دی اور نمونہ کے لئے ایک سلی ہوئی اچکن بھی دی کہ اس ناپ اور نمونہ کی اچکن سی لاؤ درزی نے ساری اچکن نمونہ کے موافق تیار کی غرض طول بھی برابر سلائی بھی یکساں غرض کہیں قصور نہیں کیا فرق کیا تو صرف یہ کیا کہ ایک آستین ایک بالشت چھوٹی بنادی۔ جب وہ اچکن لیکر مالک کے پاس پہنچے گا تو مالک اُسے کیا کہے گا وہ اچکن خوش ہوکر لے گا یا اس کے سر پے مارے گا اگر درزی جواب میں یہ کہے کہ جناب ساری اچکن تو ٹھیک ہے صرف ایک آستین میں ذراسی کمی ہے تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ مالک اس کو پسند کرے گا ہرگز نہیں اس سارے کپڑے کی قیمت رکھوائے گا۔

اعمال کی پسندیدہ صورت

خوب یاد رکھیئے کہ حق تعالیٰ نے احکام نازل کئے جو بالکل مکمل قانون ہے اور ان کا عملی نمونہ جناب رسول اللہﷺ کو بنایا سو اگر آپ کے اعمال نمونے کے موافق ہیں تو صحیح ہیں ورنہ غلط ہیں۔ اگر نماز آپ کی حضورﷺ کی نماز کے موافق ہے تو نماز ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ اگر ذکر آپ کا حضورﷺ کے ذکر کے موافق ہے تو ذکر ہے ورنہ اُلٹی معصیت ہے(۲)۔ دیکھئے نماز میں کوئی بجائے دو کے ایک سجدہ کرلے تو وہ نماز نہ رہی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

کوئی قرآن شریف بحالت جنابت پڑھے تو بجائے ثواب کے اُلٹا گناہ ہوتا ہے

(۱) بہترین مضمون (۲) الٹا گناہ ہے۔

(اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ اسمائے الٰہی توفیقی[۱] ہیں۔ اپنی طرف سے کوئی نام رکھنا جائز نہیں) اگر آپ روزہ رکھیں تو وہی روزہ صحیح ہوگا جو حضور سرور عالم ﷺ کے موافق ہو علیٰ ہذا حج وہی صحیح ہوگا جو حضور ﷺ کے حج کے موافق ہو۔ اگر حج میں کوئی احرام نہ باندھے تو وہ حج، حج نہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ وہی صحیح ہے جو حضور سرور عالم ﷺ کی تعلیم کے موافق ہو اور کوئی سارا مال خلافِ تعلیم خرچ کر دے تو زکوٰۃ سے فارغ نہیں ہوسکتا۔

یہ ارکان اسلام ظاہری ہوئے۔ اسی طرح اعمال باطنی کو سمجھ لیجئے اور معاملات اور طرز معاشرت، سب میں یہی حکم ہے۔

انسان کو نبی و رسول بنانے میں حکمت

حق تعالیٰ نے ہمارے پاس کسی فرشتہ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا اس میں حکمت یہی ہے کہ اگر فرشتہ آتا تو وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتا تھا۔ اس کو نہ کھانے کی ضرورت ہوتی نہ پہننے کی نہ ازدواج کی نہ معاشرت کی ان چیزوں کے احکام میں صرف یہ کرتا کہ ہم کو پڑھ کر سنا دیتا۔ یہ کام صرف کتاب کے بھیجد ینے سے بھی نکل سکتا تھا کہ ایک کتاب ہمارے اوپر اُتر آتی اس میں سب احکام لکھے ہوتے، اس کو ہم آپ پڑھ لیتے اور عمل کر لیتے فرشتے کے اُترنے سے اس سے زیادہ کوئی بات نہ پیدا ہوتی جو کتاب سے ہوسکتی تھی۔

حق تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہماری جنس میں سے پیغمبر بنائے کہ وہ ہماری طرح کھاتے پیتے بھی ہیں، ازدواج[۲] اور تعلقات بھی رکھتے ہیں۔ تمدن اور معاشرت کے بھی خوگر ہیں[۳] اور ان کے ساتھ کتابیں بھیجیں تا کہ کتاب میں

(۱) اللہ پاک کے تمام نام اسی کے بتائے ہوئے (۲) بیویاں (۳) عادی ہیں۔

احکام ہوں اور وہ خود بنفسِ نفیس ان کی تعمیل کر کے دکھاویں تا کہ ہم کو سہولت ہو اسی واسطے فرمایا ہے۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ﴾

یعنی ہم نے جس قدر پیغمبر بھیجے وہ اور آدمیوں کی طرح کھانے پینے والے اور معاشرت رکھنے والے بھیجے دوسری جگہ فرماتے ہیں۔﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا﴾ یعنی اگر ہم فرشتہ کو احکام لیکر بھیجتے تب بھی یہ ہوتا کہ وہ انسان کی صورت میں آتا ورنہ انسان کو اس سے ہدایت نہ ہوسکتی کیونکہ وہ نمونہ نہ بن سکتا۔ حضور سید المرسلین ﷺ کے کمالات فرشتوں سے بھی زیادہ ہیں لیکن حکمت الٰہی اسی کی مقتضی ہوئی کہ آپ نسلِ انسان سے پیدا ہوں تا کہ تمام افعال انسانی میں نمونہ بن سکیں دیکھ لیجئے کہ جتنی باتیں انسان کو پیش آتی ہیں سب آپ کو پیش آئیں۔ خود حضور ﷺ نے بیبیاں رکھیں اور اپنی اولاد کا نکاح کیا، اور حضور ﷺ کے یہاں غمی کی تقریبیں بھی ہوئیں کئی صاحبزادوں نے انتقال کیا جو حالات ہم کو پیش آتے ہیں وہ سب حضور ﷺ کے ہاتھوں میں نکلے تا کہ ہمارے لئے پورا ایک دستور العمل بن جائے۔

ہمارے اعمال کا حال

اب آپ دیکھ لیجئے کہ کونسا فعل ہمارا نمونہ کے موافق ہے۔ کوئی تقریب خوشی کی ہوتی ہے یہ تو ہم نہیں دیکھتے اور کوئی تقریب غمی کی ہوتی ہے تب ہم نہیں دیکھتے کہ دستور العمل میں کیا ہے۔ اس درزی کی مثال کو یاد رکھئے ایک بالشت کپڑا کم کر دینے سے اچکن (۱) منہ پر ماری جاتی ہے اور اگر وہ بجائے سینے کے کپڑے

(۱) شیروانی۔

کی دھجیاں کرکے مالک کے سامنے جار کھے تو وہ کس سزا کا مستوجب ہے جبکہ مالک قادر بھی ہو۔

واللہ باللہ ہمارے اعمال کی حالت یہ ہی ہوگئی ہے کہ جو طریقہ ان کا بتلایا گیا تھا وہ تو کوسوں دور ان اعمال کو تباہ کرکے اور دھجیاں اڑا کے ہم حق تعالیٰ کے سامنے رکھدیتے ہیں یہ کچھ مبالغہ آمیز الفاظ نہیں ہیں دیکھ لیجئے کہ جیسے اچکن سینے کے واسطے کپڑے کا اپنی اصل پر رہنا شرط ہے اور دھجیاں کرنے والا اس کو اس اصل سے نکالدیتا ہے کہ جس سے اچکن تو کیسی کپڑے کی کوئی غرض بھی اس سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح تمام اعمال کے صحیح ہونے کے واسطے ایمان کا ہونا شرط ہے۔ کوئی چاہے کہ ایمان کھوکر کوئی عمل کرے تو وہ ایسے ہی بیکار ہوگا جیسے کوئی کپڑے کی دھجیاں کرکے اچکن سینا چاہے۔

نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ایمان شرط ہے

اور اس تقریر سے ضمناً آپ کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ نکاح مسلمہ کے واسطے شرط ہے۔ مسلمان ہونا مسلمان عورت اور کافر مرد میں نکاح نہیں ہوسکتا، افسوس ہے کہ آج کل جن لڑکوں کو بیٹیاں دی جاتی ہیں بعضے ان میں سے جدید تعلیم کے اثر سے ایسے آزاد منش ہیں کہ ان کو دین ایمان سے بھی کچھ علاقہ نہیں رہا زبان سے کلمات کفر بک جاتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ پھر ان ہی سے ایک مسلمان لڑکی کا نکاح پڑھوایا جاتا ہے اور سب گھر والے خوش ہوتے ہیں کہ ایک مسنون طریقہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس سنت کی صحت کے لئے موقوف علیہ ہے ایمان (۱)، افسوس ہے کہ نوشہ (۲) صاحب جانے کتنی دفعہ اس سے خارج ہوچکے ہیں۔ اب

(۱) اس طریقہ کے درست ہونے کے لئے ایمان ہونا شرط ہے (۲) دولہا۔

وہ مثال صادق ہے یا نہیں کہ کپڑے کے پرزے پرزے کر کے بلکہ جلا کے اچکن سینے کا ارادہ کیا جاتا ہے ہم کو تو اسی کا رونا تھا کہ اچکن نمونہ کے موافق نہیں سی جاتی۔ ایک آستین بالشت بھر کم کی جاتی ہے۔ یہاں نہ آستین رہی نہ دامن اور خیال یہ ہے کہ اچکن تیار ہے۔

کفریہ کلمہ کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے

ایک نیک بخت لڑکی ایک انگریزی خواں سے بیاہی گئی جو ایک مجمع میں زبان سے یہ لفظ کہہ رہے تھے کہ محمد صاحب (ﷺ) واقعی بہت بڑے ریفارمر تھے اور مجھ کو آپ سے بہت تعلق ہے۔ لیکن رسالت میں یہ ایک مذہبی خیال ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک(۱)۔ یہ کلمہ کفر ہے نکاح اس سے ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ مسئلہ اگر لڑکی والوں کو بتلایا جاتا ہے تو اُلٹے لڑنے کو سیدھے ہوتے ہیں کہ ہمارے خاندان کی ناک کٹواتے ہیں۔ اب وہ زمانہ ہے کہ وہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ دیکھ لیا جائے کہ داماد مسلمان ہے یا کافر بجائے اس کے کہ پہلے دیکھا جاتا تھا نیکوکار ہے یا بدکار۔ اس قصہ سے میرے قول کی تصدیق ہوگئی ہوگی کہ ہمارے اعمال خراب ہی نہیں بلکہ باطل ہیں پھر لطف یہ ہے کہ ہم ان کو اچھے سمجھ کر اجر کے امیدوار بیٹھے ہیں۔ شعر

فسوف ترىٰ اذا انكشف الغبار افرس تحت رجلك ام حمار

''یعنی ذرا غبار ہٹنے دو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ تم گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر یعنی آنکھیں ذرا مچ جائیں اسی وقت معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے اعمال مقبول اور قابل اجر ہیں یا مردود اور قابل مواخذہ''۔

(۱) اس قسم کے اعتقادات سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

نمونے کی ناقدری

خوب نمونہ کی قدر کی، ہمیں خدائے تعالیٰ نے تو محض اپنی رحمت سے دستور العمل دیا تھا، ہم نے سب کو کاٹ چھانٹ کر جیسا چاہا ویسا بنالیا اور پھر خداوندی لطف یہ ہے کہ اس نمونہ میں بھی کچھ تنگی نہ تھی، دوقسم کا نمونہ دیا گیا تھا۔ فعلی اورقولی اور یہ محض رحمت ہے کہ اتنی وسعت کردی کہ کچھ بھی وقت باقی نہیں رہا اب اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے درزی کوایک کپڑا دیا گیا کہ اس کی اچکن سی لاؤ اور اس کے حدود بتلا دیئے گئے کہ اتنی نیچی اور اتنی ڈھیلی ہو اس کے سوا اور کسی بات کا پابند اُس کو نہیں کیا گیا اور اس کو اجازت دی گئی کہ اچکن ہو خواہ ویسی وضع کی ہو یا شیروانی ہو سلائی معمولی ہو یا بڑھیا، استری ہو یا نہ ہو تو اس کو کتنی گنجائش مل گئی کہ جیسی چاہے اچکن سیئے۔ بشرطیکہ حدودقولیہ سے تو نہ نکل جاوے اور جا کر مالک کے سامنے پیش کردے اور اپنی اجرت خاطر خواہ لے لے اس کا شکریہ ازروئے انصاف درزی کے ذمہ یہ ہے کہ خوب دل سے سیئے۔

اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو یہ تو واجب اور ضروری ہے کہ اس طرح اس کپڑے کو قطع برید نہ کرے کہ اچکن ہونے سے خارج ہوجائے اگر ایسا کرے گا تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا بلکہ کپڑے کے تاوان کا ذمہ دار ہوگا ہم کو اعمال شرعیہ میں اسی قسم کی گنجائش دی گئی ہے کہ حدود جتلا دیئے گئے ہیں کہ ان سے باہر نہ ہوں اور ان حدود کے اندر جتنی گنجائش ہو عمل کرلیں۔

شبہ

یہ ایک شبہ کا جواب ہے۔

وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جو نمونے ہم کو دکھائے ہم کو بالکل

اُن پر کاربند ہونا چاہئے مثلاً حضور ﷺ نے اکثر جو کھایا ہے اور دنیا میں بہت تنگی کے ساتھ گذر کی نہ رنگا رنگ کے کھانے کھائے نہ مکان سجائے نہ درہم و دینار رکھے اور ہم نہ جَو کھاتے نہ کسی قسم کی تنگی کرتے ہیں، کپڑا بھی اچھا پہنتے ہیں مکان میں بھی تکلّف کرتے ہیں، روپے پیسے بھی جمع رکھتے ہیں اور ان سب باتوں کو کون علماء جائز کہتے ہیں تو یہ نمونے کی تطبیق نہ ہوئی۔

جواب شبہ

جواب یہ ہوا کہ نمونہ دو قسم کا دیا گیا ہے۔ قولی و فعلی۔ فعلی تو ایک خاص ہیئت ہے اور قولی ان حدود کی تعیین ہے جن سے باہر نکلنا جائز نہیں مگر خود ان کے اندر وسعت بہت ہے۔

عُشاق نے تو نمونہ فعلی کی بھی تطبیق کر کے دکھا دی وہی کھایا وہی پیا، اسی طرح دنیا گذار دی مگر خیر ہم جیسوں کے لئے گنجائش ہے کہ ان حدود تک اپنی خواہشوں کو پورا کر سکیں مگر ان سے آگے نہ بڑھئے ہر کام میں خیال رکھئے کہ حدود شرعی کہاں تک ہیں ان کے اندر بھی آپ رہیں گے تو نمونہ پر عامل کہلا سکیں گے، ہاں اور حدود سے نکل جانا ایسا ہوگا جیسے وہ درزی بجائے اچکن سینے کے کرتہ یا ٹوپی سی ڈالے۔ کھانا کھلانا حلال ہے اور دنیا لینا حلال ہے مگر یہ قرض کر کے اور تفاخر کے طور پر یہ دونوں حد ہیں جب آپ حد سے نکل جائیں گے تو گناہ کا مرتبہ ہوگا۔

رسوم کی پابندی کا نقصان

اب آپ ہی پر انصاف ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے قلب کو رواج کی پابندی سے خالی کر کے کہہ دیجئے کہ یہ رسمیں تفاخر کی ہیں یا نہیں امید ہے کہ اگر آپ

بے رُو رعایت کہیں گے تو یہی کہیں گے کہ بیشک تفاخر ہے(۱)۔ بس یہی حد شرعی سے خروج ہے۔ یہ تو رسموں میں لزوماً خرابی ہوئی اور جن مفاسد کا ان میں عروض ہو جاتا ہے وہ علیحدہ رہیں۔

مثلاً جہاں شادی وغیرہ دھوم دھام سے اور رواج کے موافق ہوتی ہے وہاں عورتوں کو اور مردوں کو اور صاحب خانہ کو اور نوکروں چاکروں کو نماز کا مطلق ہوش نہیں ہوتا رات بھر جاگنے اور کھانے دانہ میں اور مہمانداری اور لینے دینے میں کٹ جاتی ہے مگر نماز کی فرصت کسی کو نہیں ہوتی یہ حد شرعی سے خروج ہے کہ نہیں۔ نماز جس کا چھوڑنا کسی ضرورت سے بھی جائز نہیں بے ضرورت چھوڑ دی جاتی ہے۔

ترک نماز کا بے جا عذر

بعضی عورتوں کو یہ ہی عذر ہوتا ہے کہ گھر میں اتنا مجمع ہو گیا ہے کہ نماز کے لئے جگہ ہی نہیں اتنی عورتیں کہاں نماز پڑھیں کیوں بیبیو سارے کاموں کے لئے جگہ ہے اور نماز کے لئے جگہ نہیں کیا جس وقت سونے کا وقت آئے گا اس وقت ان کو لیٹنے کے لئے بھی جگہ نہ ملے گی لیٹنے کے لئے تو جگہ ضرور ملے گی اگر کسی بی بی کو ذرا سی بھی تکلیف ہوگی تو ساری برادری میں نک کٹی ہو جائے گی اگر بیبیاں سونے کے برابر بھی نماز کو ضروری سمجھیں تو نماز کی جگہ نہ ملنے پر بھی برادری میں نک کٹی کر دیں مگر نماز پڑھنا ہی نہیں۔ یہ سب حیلے بہانے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ جتنی جگہ سونے کے لئے چاہئے نماز کے لئے اتنی بھی درکار نہیں عورتوں کا سجدہ بہت دب کر ہوتا ہے ذرا سی جگہ کافی ہے پھر جگہ نہ ملنے کا حیلہ کیسے چل سکتا ہے اور کچھ بھی ہو فرض کر لیجئے جگہ بالکل نہیں ہے تو حق تعالیٰ اس

---

(۱) بڑائی۔

کے کب ذمہ دار ہیں۔حق تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ ایسے مجمع میں جاؤ جہاں نماز بھی نہ پڑھ سکو جب وقت آئے لاکھ تدبیر کرو اور نماز ادا کرو مجمع میں پڑھو یا مجمع پر خاک ڈالو، گھر جا کر نماز ادا کرو جس صورت سے بھی ہو۔نماز چھوڑ کر گناہ سے نہیں بچ سکتیں۔

سفر میں ترک نماز کا بے جا عذر

اسی ضمن میں ایک اور مسئلہ یاد آ گیا وہ یہ ہے کہ سفر میں بھی عورتوں کو یہ عذر ہوتا ہے کہ ریل میں جگہ نہیں ملی، یا یہ کہ پانی نہیں ملا، یا یہ کہ قبلہ کی سمت معلوم نہیں ہوئی۔ یہ سب عذر اپنے گھڑے ہوئے ہیں شریعت نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔ ریل میں بیٹھنے کی جگہ تو مل جاتی ہے اور بچہ یا اسباب ساتھ ہوتا ہے تو اس کی بھی جگہ بُری بھلی ہو ہی جاتی ہے تعجب ہے کہ نماز کی جگہ نہیں ہوتی اسی طرح بچہ پیاسا ہو تو کہیں نہ کہیں پانی مل جاتا ہے مگر نماز کے لئے نہیں ملتا۔

حکم شرعی یہ ہے کہ اگر اسٹیشن پر تم ہو تو وہاں پانی مانگ لو اگر پانی نہ مل سکے یا پانی ملنے میں ریل چھوٹ جائے گی تو تیمّم کر لو، مگر تیمّم کے مسئلے سیکھ لو۔

تیمّم کے شرائط

ایک بی بی نے ریل کے تختوں پر تیمّم کیا اس خیال سے کہ جیسے گھر کی دیوار ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہ بھی ہے، یہ غلطی ہے، دیوار مٹی کی ہوتی ہے(۱) اور وہ لکڑی ہے، ہاں اگر ریل کی بینچ پر خوب گرد پڑی ہوئی ہو تو (۲) اس پر تیمّم جائز ہے بشرطیکہ وہ گرد پاک ہو، ناپاک مٹی پر تیمّم نہیں ہوسکتا، اور اتنا بھی بکھیڑا کیوں کیا جاوے مٹی کا کوئی برتن پاس ہو تو اس پر تیمّم کر لو اُس پر گرد ہونا بھی شرط نہیں اول

(۱) لیکن جس دیوار پر ڈسٹمپر کیا ہو اس پر جائز نہیں (۲) بشرطیکہ ہاتھ مارنے سے وہ گرد اڑے۔

تو ریل کے سفر میں تیمّم کی نوبت ہی آنے کی امید نہیں۔ پانی ہر جگہ ملتا ہے[۱] اگر یوں ملنے میں دقت ہو تو پیسہ دو پیسہ خرچ کرو پھر چاہے جتنا پانی لے لو جہاں دنیا کی آسائش کے لئے تیسرے درجہ کی جگہ ڈیوڑھا یا دویم درجہ کا ٹکٹ لیتے ہو اگر دو چار پیسے خرچ کر کے نماز مل جائے گی تو کیا حرج ہوگا ہاں خیال رکھنا اور مستعدی شرط ہے۔

سمت قبلہ کی تحقیق

اسی طرح جب ریل میں سمت سمجھ میں نہ آئے تو دوسرے سے دریافت کر لینا ضروری ہے بے پوچھے نماز نہیں ہوسکتی۔ اگر ریل اسٹیشن پر ہے تو کسی قلی یا کسی ملازم سے دریافت کر لے پردہ بھی اسی حد تک درست ہے جہاں تک شریعت نے بتلایا ہے اس عذر سے نماز نہیں چھوڑی جاسکتی کہ قبلہ معلوم نہ تھا یہ سب ایسے عذر ہیں جن کو شریعت اعتبار نہیں کرتی اگر مجمع نماز پڑھنے کو مانع ہوتا ہے تو شریعت اس مجمع کو بھی جائز نہیں رکھتی۔ اگر ایک نماز بھی ان تقریبات میں چھوٹ گئی تو ان کے قبیح ہونے (۲) کے لئے کافی وجہ ہے مگر ہم کو حسن و قبح کی (۳) خبر ہی نہیں ان تقریبات کو خوشی کے مواقع سمجھتے ہیں۔ ان کے واسطے دن اچھے تلاش کئے جاتے ہیں ساعت سعید دیکھی جاتی ہے اس خبط میں یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ جائز ہے یا ناجائز۔

منحوس گھڑی

نجومیوں اور پنڈتوں سے ساعت پوچھ کر بیاہ رکھا جاتا ہے کہ ایسا نہ ہو کوئی ساعت نحس آن پڑے اور یہ خبر نہیں کہ نحس حقیقی ساعت کونسی ہے۔

نحس حقیقی وہ ساعت ہے جس میں حق تعالیٰ سے غفلت ہو جس وقت میں

---

(۱) اگر اتنا پانی موجود ہو جس سے صرف ایک ایک مرتبہ چہرہ دونوں ہاتھ دونوں پیر دُھل جائے اور سر کا مسح ہو جائے تو تیمّم کرنا جائز نہیں (۲) بُرا ہونے کے لئے (۳) اچھے بُرے کی تحقیق نہیں۔

آپ نے نماز چھوڑی اس سے زیادہ نحس کون وقت ہوسکتا ہے اور جو اشغال نماز چھوڑنے کا باعث بنے اس سے منحوس شغل کونسا ہوسکتا ہے۔

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ ج فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ﴾

''شیطان کی جوئے اور شراب سے یہ غرض ہے کہ آپس میں دشمنی ڈالدے اور ذکراللہ سے اور نماز سے روکدے، حق تعالیٰ نے اس آیت میں جوئے اور شراب کے دونقصان بتلائے ایک یہ کہ شیطان اس کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں نفاق ڈالدے گا، دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے روکدے گا''

رسموں میں مشغولی کا حکم

صاف ظاہر ہے کہ عداوۃ اور بغضاء اور نماز اور ذکراللہ سے غافل کرنے کے لئے یہ دونوں چیزیں آلہ ہیں اور آلہ اور علّت ایک ہی چیز ہیں اسی واسطے اس کی شرح میں فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ۔

(کل ما الھاك عن ذکر اللّٰہ فھو میسر) ''یعنی جو چیز تجھ کو ذکراللہ سے غافل کرے وہ سب جوا ہے''

ظاہر ہے کہ لفظ میں تو اس کو جو انہیں کہتے حدیث میں جو اس کو جوا فرمایا گیا وہ باشتراک علت ہے (۱) اس میں تصریح ہوگئی کہ نفی عن الخمر والمیسر کی علت الھاء عن ذکر اللّٰہ ہے (۲)۔

پس جہاں الہاء عن ذکراللہ پایا جاوے گا وہ سب حکماً خمر اور میسر ہوگا (۳) اب اس سے اپنی رسموں کا حکم نکال لیجئے۔

(۱) اس کے جوئے کی علت میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کو جوا کہا ہے (۲) ذکراللہ سے غفلت ہے (۳) جن کاموں میں مشغولی کی وجہ سے ذکراللہ سے غفلت ہو وہ کام جوئے اور شراب کے حکم میں ہیں۔

حدیث کے الفاظ صاف کہتے ہیں کہ ان کا حکم بھی شراب اور جوئے کا سا ہے کیونکہ نماز سے غافل ہونے کا سبب ہوگئی اگر اور دلیلوں سے قطع نظر بھی کرلیا جائے تو یہ دلیل میں نے ایسی پیش کی ہے کہ اس کے سامنے کسی دلیل کی حاجت نہیں اور اس کا جواب آپ کچھ بھی نہیں دے سکتے جب چاہے مشاہدہ کر لیجئے کہ جہاں یہ رسمیں روا ہوتی ہیں وہاں نماز کی گت نہیں ہوتی (۱) تو بموجب ارشاد حضور ﷺ کے میسر یعنی جوئے کے حکم میں ہوئیں اور میسر کو قرآن شریف میں رجس (۲) اور عمل شیطان فرمایا گیا ہے۔تو میں نہیں کہتا بلکہ قرآن ان کو عمل شیطان کہتا ہے۔

پس اور دلیلوں کو جانے دیجئے یہی کیا کم خرابی ہے کہ اس کا نام عمل شیطان ہوا حکم شرعی تو یہی ہے جس کے لئے ایسی دلیل بتلائی گئی کہ موٹی سے موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔

رسوم سے محبت وتعلق

لیکن سمجھے تو وہ جس کی طبیعت میں یہ کچھ کھٹکیں (۳) انہوں نے رواج ایسا پایا ہے جیسے سالن میں ہلدی، مصالح نمک کے بغیر ان کے سالن بنتا ہی نہیں حتی کہ جو لوگ مرچ زیادہ کھاتے ہیں اُن سے کوئی حاذق طبیب بھی کہے کہ مرچ میں یہ نقصان ہیں تو کبھی ان کا دل قبول نہ کرے گا اور یہی جواب دیں گے کہ میاں طب کو رہنے دو تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے ساری عمر کھاتے ہوگئی کوئی بھی نقصان نہیں ہوا اور بے مرچ کے لطف ہی کیا۔

اہتمام رسوم

اسی طرح مسلمان غیر قوموں کی صحبت سے رسموں کے ایسے خوگر (۴) ہوگئے ہیں کہ بلا ان کے کسی تقریب میں لطف ہی نہیں آتا چاہے خانہ ویرانہ (۵) ہی

(۱) جہاں یہ رسمیں ہوتی ہیں وہاں نماز کی رعایت نہیں ہوئی (۲) گندگی (۳) جس کو ان کا احساس ہو (۴) عادی (۵) پورا گھر ہی کٹ جائے۔

ہوجائے لیکن یہ نہ قضا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ اعتقاد میں ان کا معصیت(۱) ہونا ہی نہیں رہا حتی کہ اگر کوئی رسم رہ جاتی ہے تو مرتے مرتے وصیت پر بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس چہلم کو قبل از وقت اپنی زندگی ہی میں کر جاتے ہیں۔

موت قلب

کیسا حس باطل ہوا(۲) ہے کہ نماز قضا ہو تو پرواہ نہیں جس کا وقت آ گیا اور خطاب اللہ متوجہ(۳) ہو چکا اور چہلم کا وہ اہتمام ہو کہ وقت آنے سے بھی پہلے ادا کیا جائے، امر اللہ کی وہ بے وقعتی اور امر شیطان(۴) کی یہ وقعت، ڈوب مرنے کی بات ہے۔

افسوس ہے کہ خدائے تعالیٰ کے سامنے جاتے وقت بھی وہ معصیت ذہن میں بھری ہوتی ہے اس وقت تو شرمانے کا وقت تھا۔ مگر بطلانِ حس(۵) کا کیا علاج؟۔ جب کسی کو پاخانہ میں خوشبو آنے لگے تو کیا تعجب ہے کہ مہمانوں کے سامنے بجائے کھانے کے غلیظ کو رکھدے مگر یاد رکھئے کہ مہمانوں کا حس باطل نہیں ہے آپ کے بے حس ہوجانے سے معصیت طاعت نہیں بن جائے گی(۶) خدائے تعالیٰ کے یہاں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوگا یہ حالت بہت اندیشہ کی چیز ہے کہ معصیت کا بُرا ہونا بھی ذہن سے اٹھ جائے اس کو موت قلب کہتے ہیں رسموں کو کہاں تک بیان کروں۔

نیوتے کا حکم

سب سے عمدہ رسم جس کے فوائد بہت بیان کئے جاتے ہیں ایک اسی کا حال آپ سن لیجئے جس سے معلوم ہوگا کہ وہ رسمیں جن کے بُرا ہونے کے آپ خود

(۱) گناہ ہونا (۲) احساس ہی نہیں (۳) اللہ کی طرف سے بلاوا آچکا یعنی اذان ہوگئی (۴) حکم شیطان کی قدردانی (۵) کسی کی حس ہی خراب ہوگئی ہو تو اس کا کیا علاج (۶) گناہ عبادت نہیں بن جائے گا۔

معترف ہیں وہ کس درجہ کی بُری ہوں گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ نیوتہ (۱) سلوک ہے گویا اس کو صلہ رحم میں داخل کرنا چاہتے ہیں یاد رکھئے کہ یہ قرض ہے کیونکہ صلہ رحم میں بشرط عوض کی قید نہیں ہوتی اور اس میں یہ قید ہے صراحۃً ہو یا تعاملاً (۲) دیکھ لیجئے نیوتہ بجبر (۳) وصول کیا جاتا ہے۔ ایک صاحب کے یہاں شادی ہوئی تو اس میں نیوتہ کم آیا انہوں نے کاغذ نکال کر دیکھا تو بہت سے آدمی نیوتہ دینے سے رہ گئے تھے۔ شادی ختم ہوگئی مگر انہوں نے ایک تنخواہ دار نوکر کئی مہینے تک تنخواہ دے کر تحصیل نیوتہ کے لئے مقرر کیا یہ کیسا صلہ رحم تھا۔ جس کو اس طرح وصول کیا جاتا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ صرف تاویل ہے درحقیقت نیوتہ قرض ہے اس کو کسی اور عقد میں (۴) داخل کرنے کی گنجائش نہیں جب یہ قرض ہے تو اس پر احکام شرعی قرض کے جاری ہوں گے ان احکام میں آپ کو کوئی اختیار نہیں کہ کوئی تغیر تبدل کرسکیں جیسا کہ حاکم وقت کسی معاملہ کو ایک عقد میں داخل کرکے اس کے احکام جاری کردیتا ہے تو وہ جبراً تسلیم کرنے پڑتے ہیں اس میں آپ کو اختیار نہیں ہوتا کہ ان احکام میں اپنی طرف سے کچھ ترمیم کردیں۔

نیوتہ پر قرض کے احکام جاری ہوتے ہیں

مثلاً ایک زمین کچھ مدت تک کاشت کرنے سے موروثی قرار دی جاتی ہے اور اس پر حاکم وقت یہ حکم مترتب کردیتا ہے کہ اب مالک کاشتکار کو بیدخل نہیں کرسکتا تو یہ حکم لازم ہوجاتا ہے اس میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ موروثی ہے مگر اس حکم کو ماننے کی ضرورت نہیں کہ اب اس کا قبضہ نہیں چھوٹ سکتا

(۱) کسی کے بچے کی شادی پر اس نیت سے پیسے دینا کہ جب ہمارے بچے کی شادی ہوگی یہ دیگا۔ اور عام رسم ہے کہ جتنے پیسے دیئے ہوتے ہیں تو دوسرے کو اس سے زیادہ دینے ہوتے ہیں تا کہ سلسلہ لین دین چلتا رہے (۲) چاہے اس کی وضاحت کی جائے یا عمل یہ ہو (۳) زبردستی (۴) معاملہ۔

ہماری مِلک ہے جس طرح چاہیں تصرف کریں۔

جب دنیا کے بادشاہ کا ایک معاملہ پر حکم مرتب کرنا جس میں ابھی یہ بھی ثابت نہیں ہوا کہ یہ عقلاً صحیح ہے یا نہیں لازم ہو جاتا ہے تو خدائے احکم الحاکمین کے قرار دادہ احکام معاملات میں کیوں لازم نہ ہوں گے۔ درحالیکہ یہ بھی تسلیم کیا ہوا ہے کہ خدائے احکم الحاکمین کے احکام عین عدل و عین حکمت ہیں۔ پس وہ احکام جو عقد قرض پر خدائے تعالیٰ نے مرتب کئے ہیں یہ ہیں کہ بلا ضرورت قرض نہ لیا جائے یہ نیوتہ کیسا قرض ہے کہ ضرورت کا تو ذکر کیا دینے والے کے اختیار سے دیا جاتا ہے اور نہ لینے سے برادری بُرا مانتی ہے کہیں آپ نے ایسا قرض دیکھا ہے کہ دینے والا زبردستی سر کرے اور دوسرا مقروض بن جائے یہ حکم تو لینے کے وقت کا ہے اور دینے کے وقت کے احکام سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ یعنی اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو مہلت دینی چاہئے جبتک کہ وہ دے سکے اور آپ کے اس قرض کا وقت وہ مقرر ہے جبکہ شادی ہو خواہ کسی کے پاس ہو یا نہ ہو اور ایک حکم یہ ہے کہ مدیون جس وقت ادا کرنا چاہے تو ادا ہو سکتا ہے اگر کوئی ایک مدت کا وعدہ بھی کر کے قرض لے اور اس مدت سے پہلے ادا کرے تو دائن کو نہ لینے کا اختیار نہیں اُسی وقت لینا پڑے گا اور آپ کے اس نیوتہ کو اگر کوئی بلا تقریب کے واپس کرنا چاہے تو نہیں لیا جاتا یہ کیسا قرض ہے۔ یہ حق تعالیٰ کے احکام میں مداخلت ہے۔

نیوتے کا عظیم نقصان

اور ایک فساد اس میں بہت بڑا یہ ہے کہ جب نیوتہ قرض ہوا تو قرض میں میراث جاری ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ عورت مرجاتی ہے تو اس کے

وارث خاوند پر نالش (۱) کر کے مہر کا روپیہ وصول کر لیتے ہیں تو نیوتہ کے روپیہ میں بھی میراث جاری ہونی چاہیئے۔ اور حصہ شرعی کے موافق سب وارثوں کو پہنچنا چاہئے مگر اس کا کوئی اہتمام نہیں کرتا یہ میراث کے احکام کو بدلنا ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں ہے۔ ﴿فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾ یعنی میراث کی تقسیم خدائے تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے اور خدائے تعالیٰ علیم وحکیم ہیں۔

تقسیم کے مواقع اور مقادیر حصص (۲) کو تم سے زیادہ جانتے ہیں اسی کے آگے دوسری آیت ہے۔

﴿ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ○﴾ (۳)

یعنی خدائے علیم حلیم کے مقرر کردہ احکام ہیں جو کوئی اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کو مانے گا اس کو جنت میں داخل کریں گے اور جو کوئی اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کو نہ مانے گا اس کو دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈالیں گے۔

اس آیت میں وصیة من اللہ سے احکام میراث میں تشدد پیدا ہوتا ہے پھر حکم ماننے پر وعدہ ہونے اور حکم نہ ماننے پر وعید ہونے سے اس میں اور تاکید ہوتی ہے اور وعید بھی کیسی کہ جس کی شدّت ظاہر ہے اب دیکھئے کہ نیوتے میں کیا ہوتا ہے۔ اگر دینے والا بہت جگہ نیوتہ چھوڑ کر مر جاتا ہے تو وہ نیوتہ بڑے بیٹے کی شادی کے وقت ادا کیا جاتا ہے اور وہ اس کو اپنی شادی کے خرچ میں لاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب وارثوں کا مال ہے جو ایک کے خرچ میں آرہا ہے اس سے کھانا کیا جاتا ہے اور

(۱) مقدمہ کر کے (۲) تقسیم میراث کا موقع محل اور کس کو کتنی مقدار ملنی چاہئے اس کو خوب جانتے ہیں
(۳) سورۂ نساء: ۱۳ تا ۱۴۔

سب برادری کھاتی ہے اس میں دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوئی۔ اور بلا اجازت ان کے ان کھانے والوں نے کھایا یہ حق العبد ہوا اور اگر ان وارثوں میں کچھ نابالغ بچے بھی ہیں تو ان کا حصہ بھی کھانے والوں نے کھایا۔ اس میں حق العبد ہونے کے ساتھ اتنا اور اضافہ ہے کہ یتامیٰ کا مال ہے جو ظلماً کھایا گیا جس کی نسبت قرآن شریف میں ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾ (۱) یعنی جو لوگ یتیموں کا مال بلا کسی حق کے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے۔

یہ آپ کے نیوتہ کے مختصر نتائج ہیں جن میں ساری برادری والے گرفتار ہوتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان ان وعیدوں کے سننے کے بعد اس کے جاری رکھنے کی جراءت کرے گا، دینا تو درکنار یہ ایسی وعیدیں ہیں کہ ان کے خوف سے عجب نہیں کہ اپنا آتا ہوا بھی وصول کرنا بھول جائے۔ یہ تو ایسی رسم کا حال ہے جس کو سب سے اچھی رسم کہا جاتا ہے۔ اور جن رسموں کو آپ خود بھی بُرا کہتے ہیں ان کا حال کیا ہوگا یہ تو خوشی کی رسمیں ہیں۔

تیجہ اور چالیسویں کا حکم

اسی کے قریب قریب غمی کی رسمیں ہیں۔

جب کوئی مرتا ہے تو اس کی فاتحہ تیجہ اور دسواں سب اسی کے مال میں سے ہوتا ہے۔ حالانکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ وہ مال وارثوں کا حق ہو چکا سب سے اول تو اس قرض میں دینا چاہئے جو کوئی چیز گروی رکھ کر لیا گیا ہے۔ تجہیز و تکفین بھی اس کے بعد ہے وہ گروی چیز چھڑا کر بیچی جاوے اور میراث بعد ادائے قرض ہے، رہی میت کی فاتحہ اور ایصال ثواب اس کا شریعت میں کہیں پتہ نہیں ہے اس کو کوئی حق میت

کے مال کے متعلق نہیں قرار دیا گیا اگر میت کسی مصرف میں صرف کرنے کی وصیت بھی کر جائے تب بھی ایک تہائی سے زیادہ میں نافذ نہیں اور اس تہائی سے مراد بھی اس مقدار کا تہائی ہے جو بعد ادائے قرض بچے۔ اگر قرض میں سب آجائے تو وصیت بھی نافذ نہیں۔

اب دیکھ لیجئے کہ آپ کے یہاں میت کا مال کس طرح اڑایا جاتا ہے نہ کسی کو قرض کی خبر نہ وصیت کی نہ میراث کی بلاسوچے سمجھے سب سے پہلے تیجہ اور دسواں لگادیا جاتا ہے جس کا شرعاً یہ حکم ہوا کہ اگر میت قرضدار ہے تو تیجہ اور دسویں کے کھانے والے ان قرض خواہوں کا حق مارتے ہیں اور اگر میت قرضدار نہیں بھی ہے تو وارثوں کا حق اُس مال کے ساتھ متعلق ہو چکا ان کا حق مارنے والے ہیں۔ غرض ہر صورت میں حق العبد کے دیندار ہیں(۱)۔ یہاں کوئی یہ نہ کہے کہ وارثوں کی تو اجازت ہوتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بیان کر چکا ہوں کہ رسمی اور شرما حضوری کی اجازت معتبر نہیں۔ اجازت جب معتبر ہے کہ مال تقسیم کر کے سب کو دے دیا جائے پھر ان سے کہا جائے کہ اتنا اتنا سب مل کر دو تو فاتحہ کی جائے یہ اجازت معتبر ہو سکتی ہے مگر یاد رکھئے کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو ایک وارث بھی آیا ہوا پیسہ دینا گوارا نہ کرے گا یہ حکم بھی بالغین کا ہے اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے تو بعد تقسیم کے بھی اس کا خوشی سے دینا معتبر نہیں۔

فقہ کا مسئلہ ہے کہ نابالغ کے تصرفات تبرعات کے متعلق نافذ نہیں غرض یہ مال جو تیجہ اور دسویں میں لگایا جاتا ہے مال سُحت ہے(۲) غنی کو یا فقیر کو کسی کو بھی اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ حق غیر ہے خاص کر اُس صورت میں کہ جب وارث نابالغ ہوں کہ اس میں حق غیر ہونے کے ساتھ اتنا اور اضافہ ہے کہ مال یتامیٰ ہے جس پر قرآن شریف کی یہ وعید ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا

(۱) دینے والے ہیں (۲) مال حرام ہے

یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًاط وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾(۱) اس کو میں نیوتہ کے بیان میں مفصل عرض کرچکا ہوں یہ خرابیاں رسوم موت میں وہ ہیں جن میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا اور دیگر خرابیاں جو رسوم میں لازم آتی ہیں جیسے التزام مالا یلزم اور اصراف وغیرہ یہ الگ رہیں ذرا تو دین کا خیال چاہئے۔ مال تمہارے پاس کہاں سے آیا تمہارا پیدا کیا ہوا نہیں ہے کہ ایسے خود مختار ہوجاؤ کہ اس کے متعلق کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہی تم بھی خدا کے اور مال بھی خدا کا۔ پھر جس کی ملک ہے اس سے تو پوچھ لینے کی ضرورت ہے۔ جہاں مالک حقیقی منع کرے وہاں کسی کو کیا حق ہے کہ صرف کرسکے۔

دسویں اور چالیسویں کی عقلی برائی

یہ تو دین کی خرابیاں ہیں۔ اور عقل کی خرابیاں دیکھئے کہ جس مال کو محنت و جانفشانی سے حاصل کیا گیا ہو اس کو اس بے دردی سے خرچ کردیا جائے کہ مالک کے قرض تک ادا نہ ہوں اور اس کے بچے محتاج ہوکر رہ جائیں ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جن کے باپ خوش حال تھے اور بہت کچھ ترکہ چھوڑا تھا مگر انہوں نے برادری کی خوشی اور نمود کے لئے سب تیجہ اور دسویں اور بیسویں میں لگادیا جو کچھ بچا وہ چہلم میں اور اس سے آپ محتاج ہوگئے۔ گھر پھونک تماشا دیکھا یہ کونسی عقل کی بات ہے کہ ایک ایک لقمہ برادری کو کھلا کر خود فقیر ہوگئے۔ دین سے قطع نظر عقل سے بھی کام لیا جائے تو اس کا عکس ہونا چاہئے۔ یعنی برادری سب مل کر پیسہ پیسہ دیں تا کہ ایک شخص کے پاس کافی رقم جمع ہوجائے اور برادری کو معلوم بھی نہ ہو مگر جبکہ ہم کو دین یا عقل سے کام کرنا بھی تو ہو، ہمارا امام تو ہوائے نفسانی اور خواہش نفسانی ہے اس کے سامنے ہمیں کچھ نہیں سوجھتا کہ کیا کررہے ہیں اور اس کا انجام

(۱) سورۂ نساء: ۱۰۔

کیا ہوگا۔ نفس اور شیطان آپ کا دشمن ہے کبھی آپ کے فائدہ کی بات نہ بتلائے گا ہمیشہ وہ باتیں بتلائے گا جو دین کے بھی خلاف اور عقل سے بھی خارج ہوں۔

دکھاوے کے لئے عمدہ لباس پہننا

اس کی مثال میں ایک اور رسم پیش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب عورتیں کسی کے یہاں جاتی ہیں تو عمدہ سے عمدہ کپڑے اور زیور پہنکر جاتی ہیں اور جب وہاں سے اپنے گھر کو واپس آتی ہیں تو اس زیور اور کپڑے کو ایسی جلدی اُتار کر سنگوا دیتی (۱) ہیں جیسے کسی کا مانگا ہوا تھا اور اس نے اُتروالیا اس رسم میں دینی مفاسد مثل ریا وسمعہ وشہرت وتفاخر وغیرہ سے قطع نظر کر کے میں کہتا ہوں کہ عقل کے بھی خلاف ہے جس کی کمائی سے یہ کپڑا اور زیور میسر ہوا اس کے سامنے تو بھنگنوں کی طرح رہیں اور دوسروں کے سامنے بن ٹھنکر جائیں اور اتنی بھی توفیق نہ ہو کہ دوسروں کے طفیل ہی میں اس کے سامنے تھوڑی دیر کے لئے پہنے رہیں یہ ایسے ہوا جیسے کھانا کسی کی لاگت سے پکایا جاوے اور کھانے کو دوسرے بلالئے جاویں اور وہ دیکھتے کا دیکھتا ہی رہ جاوے۔ جو باتیں خواہش نفسانی کے اتباع سے کی جاتی ہیں وہ ایسی ہی بے ہودہ اور عقل سے خارج ہوتی ہیں اسی سے سمجھ لو کہ اور رسمیں بھی ایسی ہی لغو اور عقل کے خلاف ہوں گی۔ مگر ہماری طینت (۲) میں ایسی جہالت داخل ہوگئی ہے کہ اچھے بُرے میں تمیز ہی نہیں رہی اپنا نفع نقصان بھی نظر نہیں آتا بس خواہش کو امام بنالیا ہے۔

خواہشات نفس کا اتباع

میں نے تھوڑے سے حالات بیان کئے جس حال میں آپ غور کریں اس میں اپنی خواہش کا اتباع ثابت ہوگا عقائد ہیں تو اپنی خواہش کے موافق اور اعمال ہیں تو اپنی خواہش کے مطابق اور اخلاق ہیں تو اپنی خواہش کے موافق ۔کوئی حال

(۱) سنبھال کر رکھ دیتی ہیں (۲) طبیعت میں۔

ایسا نہیں معلوم ہوتا جو شریعت کے موافق ہو۔ اس کی نسبت حدیث کے الفاظ یہ ہیں (لا یومن احدکم الخ) جس کے معنی لغوی یہ ہیں کہ بلا اتباع شریعت ایمان ہی نہیں مگر ہم لوگوں نے اس کی تاویل بھی اتباع ہواء ہی سے یہ کرلی کہ ایمان کی نفی نہیں کمال ایمان کی نفی ہے۔ اور مومناً کے آگے کاملاً مراد ہے۔

تاویلات علماء اور عوام میں فرق

میں اس تاویل سے انکار نہیں کرتا۔ کیونکہ جن لوگوں نے یہ تقدیر نکالی ہے وہ خدانخواستہ کوئی گمراہ یا جاہل نہ تھے۔ اہلِ حق کا مذہب یہی ہے کہ معاصی سے ایمان نہیں جاتا یہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ گناہ کرنے سے دوزخ میں جانا ضروری ہے۔ اہلِ سنت کہتے ہیں کہ سوائے شرک کے کوئی گناہ ایسا نہیں جس میں مغفرت سے یاس(۱) ہوچکی ہو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ بڑے سے بڑے گناہ کو بخشدیں تو مذہب حق یہی ہے کہ یہاں کاملاً کی قید ہے اس کی دلیل اور نصوص ہیں جو اسباب میں قطعی الدلالت ہیں کہ معصیت سے ایمان نہیں جاتا میری غرض تو اس غلطی پر متنبہ کرنا ہے کہ آپ جس غرض سے یہ قید کاملاً کی نکالتے ہیں یہ بھی اتباع ہواء ہے کہ معاصی سے قلب مالوف (۲) ہوگیا ہے ہوا کی اتباع (۳) چھوڑ نہیں سکتا اور بحمد للہ قرآن وحدیث پر ایمان بھی ہے تو اس الفت بالمعاصی (۴) کو قائم رکھنے کے واسطے قرآن وحدیث میں تاویل کرلیتا ہے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ ہمارے تاویل کرنے میں اور علماء کے تاویل کرنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے تاویل اس کو کہتے ہیں کہ دو کلام جو بظاہر متعارض معلوم ہوتے ہیں کوئی ایسے معنی ان میں سے ایک کے لے لئے جاویں کہ تعارض نہ رہے۔ سو ہماری تاویلات باتباع نفس ہوتی ہیں اور ان کی تاویل باتباع قرآن وحدیث ان دونوں کے نتیجہ میں فرق ہے ہم کو

(۱) مایوسی (۲) دل مانوس ہوچکا ہے (۳) خواہشات نفس کی اتباع (۴) گناہوں سے تعلق ہوجانے کی وجہ سے۔

اس تاویل سے معاصی پر جراءت بڑھتی ہے اور ان کو اسی تاویل سے دوسری آیت کی تعمیل نصیب ہوتی ہے وہ ہر صورت میں مطیع ہیں اور ہم ہر طرح نافرمانی کی گنجائش نکالتے ہیں۔ دونوں قسم کی تاویلوں میں فرق خوب سمجھ لو ہماری تاویلوں کی نسبت مولانا فرماتے ہیں ۔

برہوا تاویل قرآں میکنی   پست وکج شداز تومعنی سنی
چوں ندارد وجان تو قندیل ہا   بہر بنیش میکنی تاویلہا

''تم محض ہوائے نفسانی پر قرآن کی تاویل کرتے ہو جس سے تمہاری تاویل کی بدولت روشن معنی قرآن کے کج (۱) اور متغیر ہوگئے۔ تمہاری جان چونکہ انوار نہیں رکھتی اس واسطے بینائی تاویلیں کرتے ہو یعنی تم حقائق وعلوم سے چونکہ خالی ہو اس لئے تم اپنی جہالت چھپانے کے واسطے تاویلیں کرتے ہو''

غرض اپنی تاویلات کو علماء کی تاویل نہ سمجھئے اور ان کو تاویل کرتے دیکھ کر آپ جراءت نہ کیجئے اس میں آمیزش نفس کی ہے کہیں نہ کہیں دھوکہ ضرور ثابت ہوگا اس تاویل کو حق سمجھئے کہ حدیث مذکور میں نفی کمال ایمان مراد ہے یہ آج کی تاویل نہیں متقدمین کی اور علماء حقانی کی کی ہوئی تاویل ہے۔

ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بن جاتا ہے

مگر اس پر تکیہ کرکے نہ بیٹھ جایئے کہ معاصی سے ایمان نہیں جاتا کیونکہ یہ صحیح ہے کہ معاصی سے ایمان نہیں جاتا مگر یہ بھی صحیح ہے کہ ایک معصیت دوسری کا سبب بن جاتی ہے اور چھوٹی معصیت سے بڑی تک نوبت آجاتی ہے اور رفتہ رفتہ آدمی کفر تک پہنچ جاتا ہے یہ ہی معنی ہیں (من ترك الصلوٰة متعمدا فقد كفر) اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس کا ماحصل یہ ہے کہ بخل ایک درخت ہے دوزخ میں، جب آدمی بخل کرتا ہے تو دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔

---

(۱) ٹیڑھے۔

کمال ایمان کے حصول کی ضرورت

اور میں کہتا ہوں کفر وغیرہ نہ بھی ہو تو کیا نقصان ایمان ڈرنے کی چیز نہیں اور کیا کمال ایمان ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کو حاصل کیا جائے جب آپ کھانا پکاتے ہیں تو اتنی سی بات بھی گوارا نہیں ہوتی کہ ذرا نمک پھیکا ہو حالانکہ اگر نمک بالکل بھی نہ ہو تو کھانے میں مقصود کا بطلان نہیں ہوتا کمال ایمان بڑی چیز ہے ہمت کیجئے اور حاصل کیجئے اور ہمہ تن اپنی خواہشوں کو شریعت کے تابع بنائیے عقائد ہوں تو شریعت کے موافق اعمال ہوں تو شریعت کے موافق اخلاق ہوں تو شریعت کے موافق اور معاملات کی بالخصوص اصلاح کیجئے ان میں ابتری بہت ہی زیادہ ہے نماز روزہ کے مسائل تو لوگوں کو معلوم ہی ہیں مگر ان سے ایسی اجنبیت ہوئی ہے کہ ان کے مسئلے بتانے والے بھی کم ہیں میں نے بہت تھوڑی سی باتیں توضیح کے ساتھ بیان کی ہیں اب وقت نہیں ان ہی سے اتنا پتہ آسانی سے چل سکتا ہے کہ ہمارے حالات سب کے قابل اصلاح ہیں یہ کھٹکا(۱) اگر آپ کے دل میں پیدا ہو گیا ہے تو کل مفاسد(۲) کی تفصیل معلوم کرنا آسان ہے معلوم کیجئے اور ہمت کر کے اصلاح کی فکر کیجئے۔

ایک لغو عذر

ایک لغو عذر یہ بھی ہے کہ جب عوام سے کہا جاتا ہے کہ شریعت کو مانو تو کہتے ہیں ہم تو دنیا دار ہیں ہم سے کہیں شرع نبھ سکتی ہے۔ کیوں صاحبو جس وقت جنت سامنے کی جائے گی اس وقت بھی تم یہی کہدو گے کہ ہم تو دنیا دار ہیں ہم کیسے اس میں جائیں شریعت کو ایسی ایک ہولناک چیز فرض کر لیا ہے کہ جو دنیا داروں کے بس کی نہیں۔

(۱) یہ خیال (۲) تمام برائیوں کی تفصیل معلوم کرنا۔

کمال ایمان کی حقیقت

خوب سمجھ لو کہ شریعت دن رات نفلیں پڑھنا اور کھانے پینے کے چھوڑ دینے کا نام نہیں ہے کہ مشکل ہو بلکہ اس میں بہت وسعت ہے جس چیز کو کتاب مباح (۱) کہے بیدھڑک کر ڈالو مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہ جس چیز کو منع کرے اس کے پاس مت جاؤ یہ ہے اپنی خواہش کو شریعت کے تابع بنانا جس کو کمال ایمان فرمایا گیا ہے ہاں اس کے لئے اتنی ضرورت ہے کہ تم کو معلوم ہو کہ فلاں چیز کو کتاب جائز کرتی ہے اور فلاں چیز کو نہیں یہ معلوم ہونا بھی کچھ دشوار بات نہیں جس کو فرصت ہو وہ تعلیم و تعلّم سے حاصل کرلے اور جس کو فرصت نہ ہو وہ جاننے والوں سے پوچھ پوچھ کر سیکھ لے۔ آج کل تو علم گلی کوچوں میں عام ہو گیا ہے۔ ہر جگہ مولوی موجود ہیں جو مسئلہ چاہو ان سے پوچھ لو اور اگر مولوی کہیں موجود نہ بھی ہوں تو ڈاک کا راستہ ایسا کھلا ہوا ہے کہ چار پیسہ میں شرقاً غرباً جہاں سے چاہو جواب منگالو، غرض اس بات کا التزام کرلو کہ بلا پوچھے اور بے سوچے محض اپنے نفس کے کہنے سے کوئی کام نہ کرو تاکہ کمال ایمان میسر ہو اسی کو فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ (لا یومن احدکم حتی یکون هواه تبعاً لما جئت به) ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل مومن نہیں ہوسکتا جبتک کہ اس کی خواہش ان احکام کے تابع نہ ہوجائے جن کو میں لایا ہوں) اب دعا کرو کہ حق تعالیٰ توفیق عطا فرمادیں۔ آمین۔ (۲) تمت

(۱) جائز (۲) الحمد اللہ اس وعظ کا حاشیہ آج ۲۱۔ ربیع الاول کو عمر ہسپتال کے I.C.U کے سامنے برآمدے میں بیٹھ کر مکمل لکھا کیونکہ میری اہلیہ کے دونوں پھیپڑے خراب ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے وہ ہسپتال میں داخل ہیں اور میں ان کی تیمار داری کے لئے یہاں موجود ہوں وعظ پڑھنے والوں سے ان کی صحت کاملہ کی دعاء کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ میری کاوش قبول کرے اور اہلیہ کو صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

خلیل احمد تھانوی

۲۱۔۳۔۱۴۳۴ھ